اسلام ہی
انسانیت کا حل ہے

تالیف

ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس
مدرس المسجد الحرام و پروفیسر جامعہ ام القریٰ
مکہ مکرمہ۔سعوی عرب

تصمیم وتقدیم: فضل الرحمٰن عنایت اللہ

نام کتاب : اسلام ہی انسانیت کا حل ہے

مصنف : فضیلۃ الشیخ وصی اللہ عباس حفظہ اللہ

صفحات : ۱۰۴

ناشر : انصار السنۃ پبلی کیشنز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

حرفِ اوّل

الحمد للّٰہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللّٰہ وعلی آلہ وصحبہ أجمعین ، و بعد!

اسلام اللہ تعالیٰ کا وہ دین فطرت ہے کہ جس پر اس نے تمام انسانوں کو تخلیق کیا ہے، یعنی اللہ عزوجل تمام انسانوں کو عقیدۂ توحید اور دین اسلام پر پیدا کرتا ہے۔ لیکن بعض اوقات خارجی عوارض اور موانع کے باعث لوگ اس دین فطرت سے برگشتہ ہو جاتے ہیں اور کفر و شرک کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ إِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ ، فَأَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہِ أَوْ یُنَصِّرَانِہِ أَوْ یُمَجِّسَانِہِ ، کَمَا تُنْتَجُ الْبَھِیْمَۃُ بَھِیْمَۃً جَمْعَاءَ ، ھَلْ تُحِسُّوْنَ فِیْھَا مِنْ جَدْعَاءَ؟ .))

''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسا کہ جانور بچے کو پورا پورا (صحیح سالم) جنم دیتا ہے، کیا تم ان میں سے کسی بچے کو کان کٹا ہوا محسوس کرتے ہو؟''

پھر جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر چاہو تو یہ آیت تلاوت کرلو: ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ﴾ (الروم: ٣٠) [1]

''اللہ کی فطرت کو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (اختیار کیے رہو) اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں، یہ سیدھا دین ہے۔''

ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کی صحیح تعلیم و تربیت کے ذریعے اس کی نشوونما کرے

[1] صحیح بخاری ، کتاب الجنائز، رقم: ١٣٥٨۔ صحیح مسلم، کتاب القدر، رقم: ٢٢ / ٢٢٥٨.

تا کہ بچہ جب بڑا ہوتو عقیدۂ توحید پر گامزن ہو اور دین اسلام کا سچا پیروکار بنے۔ اور خود بھی اپنا حل اسی اسلام میں تلاش کرے۔ کیونکہ یہی اللہ کا وہ سچا دین ہے جس میں کوئی کجی نہیں، لیکن زیادہ تر لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ اس صحیح اور سچے دین کو چھوڑ کر ادیانِ باطلہ کی پیروی کر کے ضلالت وگمراہی کی گہری وادیوں میں بھٹک رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا اُمت اسلامیہ پر احسانِ عظیم ہے کہ اس نے انہیں ایک مکمل دین، دین اسلام عطا کیا ہے، انہیں اب نہ کسی دوسرے دین کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی دوسرے نبی کی:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ: ۳)

’’آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی، اور اسلام کو بحیثیت دین تمہارے لیے پسند کر لیا۔‘‘

یہ رسالہ بنام ’’اسلام ہی انسانیت کا حل‘‘ دراصل ہندوستان میں ایک کانفرنس میں کی گئی تقریر تھی۔ جواب کئی سالوں بعد کتابی شکل میں پیش ہو رہی ہے۔ ہمارے مہربان بھائی فضل الرحمٰن شیخ مدظلہ جو بحمداللہ کئی مفید، صحیح عقیدے اور عمل کی ترجمان کتابوں اور رسالوں کے مؤلف ہیں۔ آپ ہی کی عنایت سے یہ تقریر موجودہ شکل میں نظر آ رہی ہے۔ اس کی آیات واحادیث کے حوالوں کی توثیق موصوف ہی نے کی ہے اور خود آپ ہی نے اس کی کمپوزنگ کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے اہل وعیال کو سلامت رکھے۔ اور مزید دین خالص کی خدمت کی توفیق سے نوازتا رہے۔ آمین۔

وصی اللہ محمد عباس

اسلام ہی انسانیت کا حل ہے

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ، وَنَسْتَعِيْنُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران: ۱۰۲)

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ (النساء: ۱)

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب: ۷۰ـ۷۱)

أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ (ﷺ) وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، أَلضَّلَالَةُ فِي النَّارِ." وَبَعْدُ!

اس موضوع کا مختصر خاکہ یہ ہے کہ آج انسانیت ہر پہلو سے گمراہ ہے عقیدے کی طرف سے، عبادت کے آداب کی حیثیت سے، اجتماعیت اور معاشرے کی حیثیت سے ہر اعتبار سے گمراہیاں ہیں۔

اللہ رب العزت کا مقصد ہے کہ بندے اس دنیا میں صرف اسی کی عبادت اور پوجا کریں! اس دنیا میں امن وامان سے رہیں،کوئی کسی پر زور ظلم نہ کرے لیکن جس قدر یہ دنیا ترقی کررہی ہے اسی قدر انسانی خون زیادہ بہایا جارہاہے،اسی قدر بدامنی اور انارکی پھیل رہی ہے۔

اس چشم فلک نے اسلام اور اسلام پر عمل کرنے والوں کی تاریخ بھی دیکھی کہ انہوں نے اس دنیا میں کس طرح اَمن قائم کیا تھا کہ ہزاروں میل کا سفر تنہا ایک عورت اونٹ پر بیٹھ کر کرلیتی اللہ کے علاوہ کسی اور سے اس کو خوف نہ ہوتا تھا۔دنیا نے ڈیموکریٹک نظام،سیکولر نظام، کیمونزم،سوشلزم ان تمام نظاموں کا تجربہ کرلیا لیکن کسی کو اس انسانیت کا حل نہیں ملا۔ آیئے دیکھئے اسلام کس طرح اس کا حل پیش کرتا ہے۔

تاریخ ادیان اس بات پر متفق ہے کہ اللہ رب العزت نے انسانوں میں سے سب سے پہلے ابوالانسان حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ،اور پھر ان کے ذریعہ ان کی بیوی حضرت حواء علیہا السلام کو پیدا کیا اور پھر ان دونوں کے ذریعہ مردوں اورعورتوں سے یہ دنیا بھر دی۔ اسی حقیقت کا بیان قرآن کریم سورۃ النساء کی ابتدائی آیت میں کیا گیا ہے چنانچہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ٱلَّذِى تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ① ﴾

(النساء: ۱)

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو! جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کرکے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔ اس اللہ سے ڈرو! جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو!اور رشتے ناتے توڑنے سے بھی بچو!بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔''

سیّدنا آدم علیہ السلام کے ساتھ ہدایت کے طریقے بھی بھیجے،قرآن کریم کا فرمان ہے:

﴿ وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَی الۡمَلٰٓئِکَةِ ۙ فَقَالَ اَنۡۢبِـُٔوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۳۱﴾ ﴾ (البقرة : ۳۱)

''اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھائے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا، اگر تم سچے ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔''

اور مزید ارشاد فرمایا:

﴿ قَالَ اهۡبِطَا مِنۡهَا جَمِیۡعًۢا بَعۡضُکُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ مِّنِّیۡ هُدًی ۬ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَ لَا یَشۡقٰی ﴿۱۲۳﴾ ﴾

(طه : ۱۲۳)

'' فرمایا، تم دونوں یہاں سے اتر جاؤ، تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو، اب تمہارے پاس جب کبھی میری طرف سے ہدایت پہنچے، تو میری ہدایت کی جو پیروی کرے گا، نہ تو وہ بہکے گا اور نہ تکلیف میں پڑے گا۔''

ان آیات کریمہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان عالم اور دانا نہیں پیدا ہوتا۔ علم و دانش سیکھنے اور پڑھنے ہی کی مرہون منت ہے۔ اور یہ ایک فطری اور عام طور پر واضح بات ہے ہر کس و ناکس جانتا ہے کہ بچہ پیدا ہوتا ہے اور وہ کچھ نہیں جانتا، صرف وہی چیز جانتا ہے جس کو اللہ رب العالمین نے عام حیوانات کی طرح اس کو سکھایا ہوتا ہے۔ بھوک لگے یا کوئی تکلیف پہنچے تو روئے۔ جس طرح رب العالمین نے بکری اور گائے وغیرہ کے بچوں کو یہ سکھایا کہ پیدا ہوتے ہی اپنے سر کو اوپر اٹھا کر اپنی ماں کے جسم سے دودھ تلاش کرے، اور جس طرح رب العالمین نے مرغی اور چڑیا کے بچے کو یہ سکھایا کہ اپنی چونچ اور اپنے ٹھونگ کو زمین میں مارے، تو اس کو روزی زمیں کے کیڑے مکوڑوں اور اس میں پڑے ہوئے دانوں میں سے ملے گی۔ اس سے بڑھ کر بچہ اور کوئی چیز نہیں جانتا لیکن جوں جوں اس کی افزائش ہوتی ہے اور بڑا ہوتا ہے، اسی طرح اپنے ماحول سے اپنی ضروریات کی چیزیں سیکھتا ہے۔ اگر کوئی بچہ کسی کسان کے گھر پیدا ہوا تو وہ کسان کا کام سیکھتا ہے۔ کسی تاجر کے گھر پیدا ہوا تو تجارت

کے کر سیکھتا ہے۔

اسی طرح عقیدے اور عبادت سے متعلق وہی کچھ سیکھتا ہے جو اس کے گھر، مربیّ اور پرورش کنندہ کا عقیدہ ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو نبی کریم ﷺ نے ان الفاظ مبارکہ میں بیان فرمایا ہے:

((كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْيُمَجِّسَانِهِ .)) [1]

''ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔''

گویا تعلیم سے فطرت بھی بدل دی جاتی ہے۔ اور دنیا یہ بھی جانتی ہے کہ ہر شخص کی سوچ عام طور پر دوسرے سے الگ ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ رب العزت نے اس انسان کے لیے جو ہدایت کا محتاج ہے جس طرح اسے پیدا کیا، اسی طرح اس کی ہدایت کا انتظام بھی فرمایا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ شیطان کو زمین پر اتارا، اور اس نے اللہ رب العزت کے سامنے ہی اللہ سے ڈھیل مانگی تھی کہ اگر تو نے مجھے قیامت تک ڈھیل دے دی تو میں ذرّیت آدم میں سے تھوڑے لوگوں کے علاوہ سب کو اپنے بس میں کرلوں گا۔ قرآن کریم میں ذکر ہے:

﴿لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝﴾

(الاسراء: ٦٢،٦٣)

''اگر مجھے قیامت تک تو نے ڈھیل دی تو میں اس کی اولاد کو ماسوا تھوڑے لوگوں کے اپنے بس میں کرلوں گا۔ ارشاد ہوا کہ جا! ان میں سے جو بھی تیرا تابعدار ہو

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ١٣٨٥.

جائے گا تو تم سب کی سزا جہنم ہے! جو پورا پورا بدلہ ہے۔''

تمام اہل ادیان مانتے ہیں کہ اس دنیا میں اللہ نے بہت سے انبیاء اور رسل علیہم السلام بھیجے۔ ہر ایک اپنے زمانے میں اپنی لائی ہوئی تعلیم کو بحکم ربی لوگوں تک پہنچاتا رہا۔کلام پاک میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کا نام لے کر ذکر فرمایا۔اور بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کا بغیر نام کے عمومی طور پر ذکر فرمایا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَٱلْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيْمَٰنَ ۚ وَءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ زَبُورًا ﴿١٦٣﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَٰهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ﴿١٦٤﴾ ﴾ (النساء: ١٦٣، ١٦٤)

''اے نبی کریم! ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی جس طرح نوح (علیہ السلام) اور ان کے بعد والے انبیاء (علیہم السلام) کی طرف کی، اور ہم نے وحی کی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف۔ ہم نے داود (علیہ السلام) کو زبور عطا کی۔اور آپ سے پہلے کے بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کیے اور بہت سے رسولوں کے نہیں بھی کیے۔اور موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر کلام کیا۔''

ان انبیاء کرام علیہم السلام میں سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام صرف اپنی قوم ہی کی طرف نبی اور رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔کسی نبی نے عمومی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

اس حقیقت کی تحقیق اور اس کے بارے میں یقین حاصل کرنا ہو تو ان مشہور کتابوں کا مطالعہ کیا جائے جن کے بارے میں آسمانی کتاب یا الہامی کتاب ہونے کا دعویٰ ہے، مثلاً تورات، انجیل وغیرہ جن میں واضح طور پر حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام نے بنی اسرائیل کی طرف

رسول بھیجے جانے کا اظہار فرمایا ہے۔

نیز ساتھ ساتھ ایک عمومی اور آخری رسول محمد ﷺ کے آنے کی خوشخبری دے کر اپنی اقوام کو آپ کی پیروی کرنے کی تاکید بھی فرمائی۔ بالخصوص نبی کریم ﷺ سے پہلے اس دنیا میں آنے والے نبی حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے اپنی قوم کو آپ کے آنے کی خوشخبری دی۔ جیسا کہ انجیل کے بہت سے ''اصحاح'' سے معلوم ہوتا ہے اور خود قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے عیسیٰ علیہ السلام کی اس تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے اہل کتاب کو وعدہ اور خوشخبری کی یاد دہانی فرمائی۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ ﴾ (الصف : ٦)

''اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں مجھ سے پہلے کی کتاب تورات جو ہے اس کی میں تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں، جن کا نام ''احمد'' ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو کہنے لگے، یہ تو کھلا جادو ہے۔''

اسلام میں سلفیّت ہی انسانیت کا حل ہے

اسلام میں سلفیت ہی انسانیت کا حل ہے۔ اور وہ راستہ رسول اللہ ﷺ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ، تابعین عظام اور تبع تابعین رحمہم اللہ کا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ۱۱۵﴾ (النساء: ۱۱۵)

''جو شخص باوجود راہِ ہدایت واضح ہو جانے کے بھی رسول اللہ (ﷺ) کا خلاف کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور اسے دوزخ میں ڈال دیں گے، وہ پہنچنے کی بہت ہی بُری جگہ ہے۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یہودیوں نے تفرقہ کیا حتی کہ وہ اکہتر (۷۱) فرقے بن گئے اور نصاریٰ تفرقے کے سبب بہتر (۷۲) فرقے بن گئے اور میری یہ اُمت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی ، اور وہ تمام کے تمام فرقے آگ میں جائیں گے سوائے ایک کے۔'' پوچھا گیا کہ'' وہ ایک کون سا ہوگا؟'' آپ (ﷺ) نے فرمایا: ((مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ .)) [1]

''جس چیز پر (آج) میں اور میرے صحابہ ہیں۔''

---

[1] سنن ترمذی ، کتاب الایمان ، رقم: ٢٦٤١۔ سلسلة الصحیحة ، رقم: ١٣٤٨.

مذکورہ روایت میں استعمال شدہ الفاظ ((مَـا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِیْ .)) میں اسی منہج سلف کی وضاحت ہے۔ جس پر وہ واحد فرقۂ ناجیہ اور طائفہ منصورہ کاربند ہوگا۔ یہ وہ جماعت ہوگی جو اپنا منہج رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لیتی ہوگی۔ مزید کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتہائی واشگاف الفاظ میں ان لوگوں کا ذکر بھی کیا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فوراً بعد آئے:

((خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِی ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ .)) ❶

''بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر جو ان کے بعد آئیں، پھر جو ان کے بعد آئیں۔''

یہ وہ قرون ثلاثہ ہیں کہ جن کے صراطِ مستقیم پر ہونے کی گواہی خود رسول اللہ ﷺ نے دی اور قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت کے مصداق بھی یہی لوگ ہیں۔

بلکہ قرآنی آیت کا جو اساسی نقطہ ہے وہی اس حدیث میں بیان ہوا ہے۔ لہٰذا بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے قطعاً روا نہیں ہے کہ وہ ''سبیل المؤمنین'' کے علاوہ کوئی منہج اختیار کریں کیونکہ وہ لوگ اپنے رب کی جانب سے واضح ہدایت پر تھے۔ عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں (حکام کی) سمع و طاعت کی اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ پس بے شک تم میں سے جو میرے بعد لمبی عمر پائے وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ پس تمہیں چاہیے کہ میری سنت اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو اپنے جبڑوں کے ساتھ مضبوطی سے تھامے رہو، اور دین میں نئے کاموں سے پھر کیونکہ دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' ❷

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الشهادات، حدیث نمبر: ٢٦٥٢.

❷ سنن ابوداؤد، کتاب السنة، حدیث نمبر: ٤٦٠٧۔ سنن ترمذی، حدیث نمبر: ٢٦٧٦۔ إرواء الغلیل، حدیث نمبر: ٢٤٥٥.

یہاں بھی آپ ﷺ نے اپنی سنت کے ساتھ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو بیان کیا اور اس کی بھی حکمت یہی ہے کہ وہ ہدایت یافتہ گروہ ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے سچے تابعدار اور پیروکار ہیں۔

ان آیات واحادیث کی روشنی میں ایک منہج ونظام اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جس کے ساتھ منسلک ہونا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے اور اس سے اعراض کی کوئی گنجائش نہیں، یہ درحقیقت وہ منہج ہے کہ جس سے ہر مسلمان کو تمسک اختیار کرنا لازم ہے تاکہ وہ ''سبیل المؤمنین'' کی راہ سے نہ بھٹک جائے۔ اس منہج سے انحراف کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی سراسر مخالفت ہوگی:

﴿وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۳۱ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۳۲﴾ (الروم: ۳۱، ۳۲)

''ان مشرکوں میں سے نہ ہونا جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے، ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے خوش ہے۔''

اور اسی طرح اس فرمان کی بھی مخالفت ہوگی کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ (الأنعام: ۱۵۳)

''اور یہ کہ دین میرا سیدھا راستہ ہے جو مستقیم ہے، سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے زمین پر ایک سیدھا خط کھینچا اور اس پر دست مبارک رکھ کر ارشاد فرمایا: ''یہ اللہ کی راہ ہے۔'' پھر آپ (ﷺ) نے اسی سیدھے خط کے اردگرد مزید خطوط کھینچے اور فرمایا: ''یہ مختلف راہیں ہیں جن میں سے ہر ایک کے سر پر ایک شیطان بیٹھا لوگوں کو اپنی طرف دعوت دے

رہا ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ﴾ (الأنعام: ۱۵۳) [1]

رسول اللہ ﷺ نے اس عظیم حدیث مبارکہ میں واضح کر دیا کہ صراطِ مستقیم ایک راہ ہے بہت سی راہیں نہیں۔ جیسا کہ چند جہال صوفیاء کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنا مقصود ہے چاہے راستہ کوئی بھی ہو۔ افسوس! صد افسوس! کہ آج واقعتاً لوگ کئی گروہوں اور جماعتوں کی صورت نمودار ہو گئے ہیں اور ہو رہے ہیں، اور ہر ایک اس چیز پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔ جب کہ ہر کلمہ پڑھنے والا مسلمان اس فرمانِ باری تعالیٰ سے بخوبی آگاہ ہے:

﴿ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝۳۱ مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۳۲ ﴾ (الروم: ۳۱، ۳۲)

''اور ان مشرکوں میں سے نہ ہونا جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے، ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے خوش ہے۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا، فَلْیَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْمَاتَ، فَإِنَّ الْحَیَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَیْهِ الْفِتْنَةُ، أُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ كَانُوْا اَفْضَلَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، اَبَرَّهَا قُلُوْبًا، وَاَعْمَقَهَا عِلْمًا، وَاَقَلَّهَا تَكَلُّفًا اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِیِّهِ، وَالإِقَامَةِ دِیْنِهِ، فَاعْرِفُوْلَهُمْ فَضْلَهُمْ، وَاتَّبِعُوْهُمْ عَلَی آثَارِهِمْ، وَتَمَسَّكُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ اَخْلَاقِهِمْ وَسِیَرِهِمْ، فَإِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَی الْهُدَی الْمُسْتَقِیْمِ.)) [2]

---

[1] مسند احمد: ۱/ ۴۳۵، ۴۳۶ ۔ سنن دارمی: ۱/ ۶۷۔۶۸۔ سنن نسائی، حدیث نمبر: ۱۸۴۔ شرح العقیدہ الطحاویۃ: ۸۱۰.

[2] مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الإعتصام بالکتاب والسنة، حدیث نمبر: ۱۹۳.

''جو شخص کسی کی اقتداء کرنے والا ہے تو وہ ان لوگوں کی اقتداء کرے جو اسلام پر فوت ہوئے اس لیے کہ زندہ لوگ فتنے سے محفوظ نہیں ہیں، یہ صحابہ کرام اُمت اسلامیہ میں سب سے افضل ہیں۔ ان کے دل زیادہ اطاعت والے ہیں اور ان کا علم بہت گہرا ہے اور وہ تکلفات سے بری ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پیغمبر کی رفاقت اور اپنے دین کے قیام کے لیے منتخب فرمایا۔ پس ان کی دوسری ہر فضیلت کو تسلیم کرو اور ان کے نقش قدم پر چلو اور جہاں تک ممکن ہو ان کے اخلاق اور ان کی سیرت پر عمل پیرا رہو۔ یقیناً یہ لوگ ہدایت کے راستے پر تھے۔''

سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

((اَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيْكُمْ بِالْعِلْمِ قَبْلَ اَنْ يُّرْفَعَ ، أَلَا وَإِنَّ رَفْعَهُ ذِهَابُ أَهْلِهِ ، وَإِيَّاكُمْ وَالْبِدَعَ وَالتَّبَدُّعَ وَالتَّنَطُّعَ ، وَعَلَيْكُمْ بِأَمْرِكُمُ الْعَتِيْقِ .)) [1]

''لوگو! علم کو حاصل کرو قبل اس کے کہ اُسے اُٹھا لیا جائے۔ خبردار! یقیناً اس علم کے اُٹھائے جانے سے مراد، اہل علم کا دنیا سے چلے جانا ہے، اور بدعات و خرافات، بدعات پیدا کرنے والے اور تکلف غلو، سے کام لینے سے بچو۔ تم پر لازم ہے کہ اپنے پرانے معاملے کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔''

اس حدیث میں ''پرانے معاملے'' سے مراد منہج صحابہ کے مطابق قرآن وسنت کا فہم ہے۔

یاد رہے کہ اس مادیت کے دور میں منہج اہل حدیث ہی منہج سلف کے عین مطابق ہے اور وہی طائفہ منصورہ یعنی جنتی گروہ ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے تھے:

((إِنْ لَّمْ يَكُوْنُوْا أَهْلَ الْحَدِيْثِ فَلَا أَدْرِيْ مَنْ هُمْ .)) [2]

''اگر یہ طائفہ منصورہ اہل حدیث نہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ وہ کون لوگ ہیں۔''

---

[1] البدع والنهى عنها، لإبن وضاح.

[2] معرفة علوم الحديث ، ص: ٢ .

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ آیت کریمہ ﴿يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ (بنی اسرائیل: ۷۱) ''یعنی جس دن ہم لوگوں کو ان کے امام سمیت بلائیں گے۔'' ...... کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

((وَقَالَ بَعْضُ السَّلَفِ: هٰذَا أَكْبَرُ شَرَفٍ لِأَصْحَابِ الْحَدِيْثِ لِأَنَّ إِمَامَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ .)) [1]

''اور بعض سلف کا کہنا ہے: یہ اصحاب الحدیث (اہل حدیث) کے لیے بہت بڑا شرف ہے اس لیے کہ ان کے امام نبی کریم ﷺ ہیں۔''

پس جماعت حقہ، طائفہ منصورہ جماعت اہل حدیث ہے۔ جسے دوسرے الفاظ میں سلفیت کہا جاتا ہے، اور اسی میں انسانیت کا حل ہے۔

أهل الحديث همو أهل النبی
وإن لم يصحبوا نفسه أنفاسه صحبوا

منہج سلفیت کے علاوہ گمراہی ہی گمراہی ہے۔ محدثین کرام رحمہم اللہ ہمیشہ کتاب وسنت کا پرچار کرتے رہے، اسی کی دعوت دیتے رہے اور اسی میں کامیابی تصور کرتے تھے بلکہ اسی منہج میں کامیابی کا راز سمجھتے تھے۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((عَلَيْكَ بِآثَارِ مَنْ سَلَفَ وَإِنْ رَفَضَكَ النَّاسُ ، وَإِيَّاكَ وَآرَاءَ الرِّجَالِ وَإِنْ زَخْرَفُوْهَا لَكَ بِالْقَوْلِ: فَإِنَّ الْأَمْرَ يَنْجَلِي وَأَنْتَ عَلَى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ .)) [2]

''سلف کے آثار وروایات کو لازم پکڑلو اگرچہ لوگ تمہیں ٹھکرا ہی کیوں نہ دیں۔ لوگوں کی آراء سے بچو، اگرچہ وہ تمہارے لیے بات کو نہایت ہی مزین کر کے

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ٤/ ١٦٤، بتحقیق عبدالرزاق المهدی.

[2] شرفه أصحاب الحديث، للخطيب.

پیش کیوں نہ کریں۔ اس لیے کہ بلاشبہ اس وقت پھر دین حنیف تمہارے لیے نہایت واضح ، روشن ہوگا اور تم صراطِ مستقیم پر رہو گے۔''

جناب نوح الجامع بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ سے پوچھا: اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ جو لوگوں سے اعراض واجسام (عرض و جوہر) کے بارے میں گفتگو کرے؟ تو انہوں نے فرمایا:

((مَـقَالَاتُ الْفَلَاسِفَةِ ، عَلَيْكَ بِالْآثَرِ وَطرِيْقَةِ السَّلَفِ ، وَإِيَّاكَ وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ : فَإِنَّهَا بِدْعَةٌ .)) [1]

''یہ فلاسفہ کی باتیں ہیں۔تم حدیث واثر اور سلف کے طریقے کو لازم پکڑو۔ دین میں ایجاد کی جانے والی بدعات سے بچو، کیونکہ یہ بدعت ہے۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((أُصُـوْلُ السُّـنَّةِ عِـنْـدَنَـا: اَلتَّـمَسُّكُ بِـمَـا كَانَ عَلَيْهِ أَصْحَابُ الرَّسُوْلِ ﷺ وَالْاِقْتِـدَاءُ بِهِـمْ ، وَتَـرُكُ الْبِدَعِ ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ فَهِيَ ضَلَالَةٌ .)) [2]

''ہمارے نزدیک اُصول سنت یہ ہیں: (۱) جس مسلک ومنہج اور صراطِ مستقیم پر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب تھے اُسے مضبوطی سے تھامے رکھنا اور اُنہی حضرات کی اقتداء کرنا۔(۲) اور بدعات وخرافات کو ترک کر دینا۔ اور یہ بات جان لیجیے کہ ہر بدعت ہی گمراہی ہے۔''

---

[1] الفقیه والمتفقه، للخطیب.

[2] شرح أُصول السنة ، للالکائی.

اسلام کی حفاظت کا ذمہ

اسلام کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے۔پھر یہ چیز بھی حق اور حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو آخری نبی اور رسول بنا کر اپنے دین کو مکمل کر دیا۔اور جو کتاب نبی کریم ﷺ پر نازل فرمائی اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴿۹﴾﴾ (الحجر: ۹)

''ہم نے قرآن کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔''

اس لیے تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں جتنے انبیاء کرام علیہم السلام آئے ان کی لائی ہوئی اصل تعلیم کے وجود کا دعویٰ کوئی نہیں کرسکتا، اس حقیقت کا اعتراف واقرار خود ان ادیان کے ماننے والے کرتے ہیں۔ بلکہ ان میں سے اکثر تو اس بات کا دعویٰ کر کے اس کی صداقت کی دلیل پیش نہیں کر سکتے۔کہ ان انبیاء کرام علیہم السلام کی لائی ہوئی کتاب کس زبان میں تھی، اور پھر مکمل نمونہ کی تعلیم ان باقی تعلیمات سے حاصل کرنا مشکل ہے۔اس دنیا میں اخلاق اور انسانیت کے احترام کی رہی سہی جو جھلک نظر آتی ہے یہ سب انہی نفوس قدسیہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کی بدولت ہے۔

اس دنیا میں بڑے بڑے فلاسفی آئے، انہوں نے اپنے فلسفے لوگوں کے سامنے چھوڑے لیکن وہ فلسفے صرف اوراق کی زینت ہی بنے رہے۔

دنیا کے اسٹیج پر بڑے بڑے بادشاہ حکمران بھی رونما ہوئے جن میں بعض نے چار دانگ عالم پر حکومت کی ہے، قوموں کی جان اور ان کے مال پر قابض ہوئے، ایک ملک کو اجاڑا اور دوسرے کو بسایا، ایک قوم کو نیچا کیا اور دوسری کو بڑھایا، ایک سے چھینا اور دوسرے کو دیا، اور اپنے قوانین بھی نافذ کیے لیکن ان کا خاکہ اس سے آگے نہ بڑھ پایا جس کی تصویر کشی

قرآن کریم نے کی ہے:

﴿ قَالَتۡ اِنَّ الۡمُلُوۡكَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡيَةً اَفۡسَدُوۡهَا وَ جَعَلُوۡۤا اَعِزَّةَ اَهۡلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ يَفۡعَلُوۡنَ ﴿۳۴﴾ ﴾ (النمل: ۳٤)

''بادشاہ جب کسی بستی پر قابض ہوتے ہیں تو اس کو تہس نہس کر کے بستی والے باعزت لوگوں کو ذلیل وخوار کر دیتے ہیں۔''

جس کسی ہستی نے اس دنیا کی اصلاح کا پروگرام پیش کیا وہ ناکام ہی رہی۔ بادشاہوں کی ننگی تلواروں کی دھاک نے آبادیوں کے مجرموں کو وقتی طور پر روپوش کر دیا لیکن تنہائیوں اور خلوتوں کے مجرمین کو وہ باز نہ رکھ سکیں۔انہوں نے عام بستیوں میں طاقت کے زور سے امن تو قائم کرلیا،لیکن دلوں کی بستی میں وہ امن وامان قائم نہ کر سکے۔

اگر دلوں کی بستی کے اندر امن قائم کیا تو انہی انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات نے۔ اس وقت دنیا کی جو ترقی یافتہ قومیں ہیں اور جو اپنے کو ترقی یافتہ کہتے اور دوسری قوموں کو ترقی پذیر کہتی ہیں اور انہیں اپنی جیسی تہذیب اور ترقی قبول کرنے کی ترغیب دیتی ہیں۔انہوں نے اس ترقی کے دور میں اس دنیا کو کیا دیا ؟ کیا اس دنیا میں امن وسکون قائم کر سکے؟

اپنے شر اور اپنی شرارتوں کو چھپانے کے لیے تمام مسلمانوں کو نبیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سمیت دہشت گرد کہہ رہے ہیں۔حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ انہوں نے اس ترقی کے ذریعہ دنیا کو جو تحفہ پیش کیا وہ خون ریزی ،نسل کشی، بستیوں، باغات ومزارع اور کھیتوں کی بربادی کی صورت میں دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا کے امور ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں،ماورائے عالم دنیا کے انہیں اور کچھ یقین نہیں ۔روحانیت کا شائبہ تک ان کے دلوں میں نہیں۔ آخرت اور پھر حساب وکتاب کا کوئی تصور نہیں، ان کے یہاں عبادت گاہیں فروخت کی جارہی ہیں، کنیسوں کو تبدیل کیا جارہا ہے۔

کس وجہ سے؟ دنیا کی مصلحت کی خاطر اپنی ترقی کو استعمال کرکے دنیاوی اعتبار سے

اپنے کو بالا کرنا ہی ان کا مقصد ہے۔

فلسطین میں کیا کچھ ہو رہا ہے؟ بوسنہ ھرسک میں کیا کچھ کرایا؟ افغانستان اور عراق میں جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے یہ سب احکام الٰہی سے روگردانی آخرت اور حساب و کتاب کا تصور نہ ہونے کی وجہ سے کر رہے ہیں، خون کی ہولی کھیل کر یہ لوگ خوش ہو رہے ہیں یا پھر جو لوگ اپنے دین پر قائم رہنے کا دعویٰ کرتے ہیں تو وہ دین اگر ان کو بے سبب خونریزی کی دعوت اور تعلیم دیتا ہے تو پھر وہ دین الٰہی نہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ پرانے ادیان کے متعلق خود انہی ادیان کے لوگوں کا فیصلہ ہے کہ یہ ادیان اپنی اصلی صورت میں نہیں ہیں۔ قرآن کریم نے یہود و نصاریٰ کے بارے میں فرمایا:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾

(التوبہ: ۳۱)

''ان لوگوں نے اپنے علماء اور پادریوں کو اللہ کے علاوہ رب بنا رکھا ہے۔''

اس کی تفسیر حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ آیت سن کر عرض کیا: کہ یہود و نصاریٰ نے تو اپنے علماء کی کبھی عبادت نہیں کی! پھر یہ کیوں کہا گیا کہ انہوں نے ان کو رب بنا لیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ٹھیک ہے کہ انہوں نے ان کی عبادت نہیں کی!

((وَلٰكِنْ يُحِلُّوْنَ لَهُمْ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيَسْتَحِلُّوْنَهُ وَيُحَرِّمُوْنَ عَلَيْهِمْ مَا أَحَلَّ اللَّهُ فَيُحَرِّمُوْنَهُ فَتِلْكَ عِبَادَتُهُمْ لَهُم.)) [1]

''لیکن یہ بات تو ہے نا، کہ ان کے علماء نے جس چیز کو حلال قرار دے دیا، اس کو انہوں نے حلال اور جس چیز کو حرام کر دیا، اس کو حرام ہی سمجھا۔ یہی ان کی عبادت کرنا ہے۔''

ماضی قریب میں سیاست نے دین کے ایک اور پہلو کو بدلنے کا منظر دکھایا، چونکہ یہود و

[1] سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، حدیث نمبر: ۲٤۷۱.

نصاریٰ کا اپنا دین ان کے پادریوں اور علماء کی آراء کے تابع ہے۔ نصاریٰ دو ہزار سال سے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے قتل کیا تھا اور اسی عقیدے کے تحت ہمیشہ یہودیوں اور عیسائیوں میں جنگیں ہوتی رہیں۔ لیکن جب سیاست نے دین کو خیر باد کہا! تو نصاریٰ مجبور ہوگئے اور سمجھ لیا کہ یہودیوں سے گٹھ جوڑ کر لینا ضروری ہے تو آج سے تقریباً پینتیس سال قبل فاتیکان کے پوپ پادریوں نے اکٹھے ہوکر یہودیوں کو حضرت مسیح کے خون سے بری کر دیا اور کہا: کہ یہودیوں نے نہیں بلکہ کسی اور قوم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا تھا۔

جبکہ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی نے قتل نہیں کیا، بلکہ جب یہودیوں نے انہیں قتل کر ڈالنے کا فیصلہ کیا تو اللہ رب العزت نے کسی حواری پر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈال کر عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اس شباہت والے شخص کو انہوں نے قتل کر کے سولی پر چڑھا دیا!

﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًۢا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ (النساء: ۱۵۷، ۱۵۸)

''اور یوں کہنے لگے کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کو قتل کر دیا حالانکہ نہ تو انہوں نے آپ کو قتل کیا، نہ سولی پر چڑھایا بلکہ ان کا (عیسیٰ کا) شبیہ بنا دیا گیا تھا۔ یقین جانو! کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں اختلاف کرنے والے ان کے بارے میں شک میں ہیں۔ انہیں اس کا کوئی یقین نہیں سوائے خیالی باتوں پر عمل کرنے کے۔ یقینی بات ہے کہ انہوں نے انہیں قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا۔''

قرآن وسنت اپنی اصل حالت میں

قرآن اور سنت اپنی اصل حالت میں موجود ہیں۔اس کی واضح مثال یہ ہے کہ قرآن کے ساتھ اہتمام حفظ وضبط خود نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے کیا ہے۔کہ قرآن کا ایک ایک لفظ محفوظ ہے غیر مسلم بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔دنیا کی کوئی کتاب نہیں جس کے حافظ سو ۱۰۰، دوسو ۲۰۰ ملیں! لیکن قرآن کریم کے حفاظ ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں ہمیشہ رہے ہیں، اور رہیں گے۔

عرب ممالک خصوصاً سعودی عرب میں کتنے لاکھ بچے ایسے ہیں جو زیادہ سے زیادہ دس بارہ سال کی عمر میں دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ قرآن حفظ بھی کر لیتے ہیں۔ایک مسجد میں اگر امام صاحب نے ایک حرف کی غلطی کی یا بھول گئے تو دسیوں بچے لقمہ دینے لگتے ہیں۔

اور اسی طرح قرآن کریم کی تفسیر وتوضیح اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کے ذمہ کی اور وحی کے ذریعہ سے اس کی تفسیر آپ کو بتائی۔اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ﴾

(النحل: ٤٤)

”ہم نے قرآن کریم کو آپ (ﷺ) پر نازل کیا، تاکہ اس کی تفسیر وتوضیح لوگوں کے لیے بیان فرمادیں!“

اور پھر شان رسول ﷺ میں فرمایا:

﴿وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی ۝۳ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ۝۴﴾

(النجم: ۳تا٤)

”اپنی خواہش سے وہ کوئی بات نہیں کہتے مگر جو ان پر وحی کی جاتی ہے۔“

اس لیے نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال دین خالص کا جزء ہوئے، ان کے بغیر قرآن کا سمجھنا مشکل ہے، بلکہ اگر کوئی شخص احادیث کے بغیر قرآن سمجھنے کا دعویٰ کرے تو اس پر گمراہی کا فتویٰ لگایا جائے گا۔

اس بناپر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے آپ کی احادیث کو بھی محفوظ کیا، اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد آنے والے علماء تابعین اور اتباع تابعین رحمہم اللہ نے بھی محفوظ کیا۔

اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حدیث کے بیان کرنیوالے تمام لوگوں کے حالات کو جاننے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس باب میں بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق سے امت محمدیہ نے معجزاتی کام دنیا کے سامنے پیش کیا اور ہزاروں لوگوں کی سوانح حیات کو قلمبند کر دیا گیا۔ کیونکہ کوئی بھی تاریخی واقعہ اگر تاریخی معیار پر ثابت نہیں تو اس کی حیثیت ایک افسانہ کی رہ جاتی ہے۔ علماء امت رحمہم اللہ نے نبی کریم ﷺ کی احادیث کی حفاظت کے لیے ہر وہ عقلی طریقہ استعمال کیا جس سے بڑھ کر علمی اور تاریخی تحقیق کا اور کوئی طریقہ ممکن نہیں۔

اس بات پر تمام دنیا متفق ہے کہ اس حیثیت سے مسلمانوں نے اپنے پیغمبر ﷺ کی اور نہ صرف پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بلکہ ہر اس چیز کی اور ہر اس شخص کے حالات زندگی کی جس کا ادنیٰ سا تعلق نبی کریم ﷺ کی ذات مبارک سے ہے، جس طرح حفاظت کی وہ عالم کے لیے مقام حیرت واستعجاب ہے۔ دیگر اقوام کو اس کی توفیق نہیں ہوئی۔

اسماء الرجال کے ذریعہ دین کی حفاظت

ان تمام لوگوں کے نام و نشان، سوانح حیات ،اخلاق و عادات کو ضبط کیا گیا جو نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال اور متعلقات زندگی کی روایت کرتے تھے جنکی تعداد لاکھ کے قریب ہے۔ ان سب کے مجموعۂ احوال کو''اسماء الرجال'' کا نام دیا گیا۔مشہور جرمن ڈاکٹر اسپرنگر جو۱۸۵۴ء میں اوراس کے کچھ سالوں بعد تک ہندوستان کے علمی و تعلیمی ادارے سے متعلق تھا، بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کا سیکریٹری تھا، اس کے عہد ادارت میں اسی کی محنت سے واقدی رحمہ اللہ کی ''مغازی'' شائع ہوئی ،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی حالات زندگی میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی "الاصابة فی تمییز الصحابة" ،اسی کے عہد میں کلکتہ سے۱۸۵۳ء۔۱۸۶۴ء میں شائع ہوئی ،اس کے انگریزی مقدمہ میں ڈاکٹر اسپرنگر کہتا ہے:

> ''کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں گذری ،نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو،جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہوسکتا ہے۔'' [1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات زندگی میں متعدد کتابیں اس وقت مارکیٹ میں دستیاب ہیں،مثلاً معجم الصحابہ للبغوی، معجم الصحابہ لابن قانع ، معرفة الصحابة لأبی نعيم الأصبهانی ، فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل ، طبقات ابن سعد ، طبقات خليفه بن خياط ، الاستيعاب لابن عبد البر ، تجريد اسماء الصحابة للذهبی ، الاصابة لابن حجر ، در السحابة فيمن دخل مصر من الصحابة للسيوطی ، الرياض المستطابة للعامری ، وغیرہ۔

اس کے علاوہ دوسرے رواۃ تابعین واتباع تابعین رحمہم اللہ اورآخر زمانے تک کے رواۃ

---

[1] خطبات مدراس،صفحہ:۴۶.

حدیث سے متعلق سینکڑوں کتابیں دستیاب ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے جو اولین تعلیم قراءت اور کتابت کی سب سے پہلی وحی ''حرا'' میں نبی اکرم ﷺ کو دی تھی مسلمانوں نے اس پرعمل کا حق ادا کر دیا۔ وحی الٰہی یہ تھی:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ① خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ② اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ③ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ④ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ⑤﴾ (العلق: ۱تا۵)

''پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، تو پڑھتا رہ تیرا رب بڑے کرم والا ہے، جس نے قلم کے ذریعے (علم) سکھایا، جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔''

اس کے علاوہ احادیث کی شروح اور فقہ کی کتابوں کی کوئی انتہاء ہی نہیں۔ اور پھر چونکہ نبی اکرم ﷺ کی طرف غلط بات حافظہ کی کمزوری یا دیانت داری کی کمزوری کی بنا پر جھوٹ بول کر منسوب کی جاسکتی تھی اس وجہ سے صحیح حدیث ،اور غیر مقبول حدیث کی جانچ پڑتال کر کے علماء نے صحیح احادیث کا مجموعہ بھی جمع کیا اور ضعیف بأنواعہ کا مجموعہ بھی جمع کیا۔اس وجہ سے ایک انصاف پسند غیر مسلم بھی کہہ دینے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اسلام کی کتاب اور نبی اسلام سے متعلق جو مواد دنیا میں موجود ہے۔ وہ تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے۔ثابت شدہ مواد کو الگ کر کے غیر ثابت شدہ کی بھی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

اس طرح کا ثبوت کسی اور مذہب میں اس کتاب کے آسمانی ہونے کا قطعاً نہیں ملتا ہے۔جن انبیاء کی طرف وہ باتیں منسوب ہیں ان کی کوئی سند نہیں، بیان کرنیوالے نا معلوم لوگ ہیں جن پر ایک عقلمند آدمی یقین نہیں کرسکتا۔نہ انبیاء کی تاریخ پیدائش کا کوئی ثبوت ہے۔ یہ بات یقینی ہے کہ ہر ملک وقوم، ہر زمانہ، ہر زبان میں لاکھ سے زائد مبارک افراد اللہ کا پیغام لے کر آئے۔مگر ان میں چند افراد کے نام ہم جانتے ہیں اور جن کے نام بھی ہمیں معلوم ہوئے تو ان کے حالات زندگی اور پھر ان کی تعلیمات کی تفصیل معلوم نہیں ہے کہ جن پر کسی دین کی بنیاد رکھی جاسکے۔

اسلام ایک کامل دین کی حیثیت سے

کمال اور شمول اسلام کا خاصہ ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ: ۳)

''آج ہم نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور دین اسلام کو تمہارے لیے ہم نے اختیار کر لیا۔''

اور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّمَا بُعِثْتُ لأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الأَخْلَاقِ .))[1]

''مجھے اچھے اخلاق کے اتمام ہی کے لیے بھیجا گیا ہے۔''

اس کمال اور شمول کا مظاہرہ دیکھنا ہو تو اسلام خالص کی روشنی میں دیکھیں، توحید کے باب میں واضح تعلیمات ہیں۔ غیر اللہ کو اللہ عزوجل کے اوصاف سے متصف کرنے کو عین شرک کہا گیا۔ کسی صحابی نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا:

((مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ .))

''اللہ جو چاہے اور آپ جو چاہیں وہی ہوگا۔''

آپ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا: ((جَعَلْتَنِيْ لِلّٰهِ نِدًّا .))

''تو نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا۔''

بلکہ یوں کہو: ((مَاشَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ .))[2]

---

[1] سلسلة الاحاديث الصحيحه، حديث نمبر ٤٥ .

[2] الادب المفرد، حديث نمبر: ٧٨٣.

''اللہ وحدہ لاشریک جو چاہیں گے وہی ہوگا۔''

طہارت اور وضو سے متعلق تفصیلات قرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں واضح ہیں۔

یہاں تک کہ مدینہ منورہ کے یہودی کہا کرتے تھے:

((قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ ﷺ كُلَّ شَيْئٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ.)) [1]

''تمہارے نبی تمہیں آدابِ قضائے حاجت تک بھی سکھاتے ہیں۔''

اسلام میں سینکڑوں، لاکھوں، کروڑوں معبودوں کا تصور نہیں! وہ عین شرک ہے۔

اللہ وحدہ لاشریک لہ کا وصف سورہ اخلاص میں پڑھیں:

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَ لَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴ ﴾ (الاخلاص)

''اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ وہ اللہ اکیلا ہے، سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، نہ اس کو کسی نے جنا ہے، اور نہ کسی نے اس کو جنا ہے، اس جیسا کوئی نہیں۔''

خالص دین کے اندر اس چیز میں جس کا مالک صرف اللہ ہے کسی سے مدد مانگنا جائز نہیں! نہ کسی شجر سے، نہ حجر سے، نہ ولی سے، نہ اس کی قبر سے، نہ نبی سے اور نہ رسول سے۔

---

[1] صحيح مسلم : ٦٢٩، كتاب الطهارة ، حديث نمبر ١٧.

اوقات صلاۃ اور صلاۃ کی تفصیلات

’’اوراد و اذکار‘‘ (صبح و شام) نیز اور دوسرے امورِ عبادت زکاۃ،صوم ،حج ہر موضوع پر تفصیلی احکام ہمارے سامنے ہیں، وہ قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں۔کئی معاملات،عبادات کی تفصیل رسول اکرم ﷺ نے احادیث کی صورت میں بیان فرمائی۔ یادرہے کہ کسی عالم کا کوئی قول جب تک قرآن و حدیث سے ماخوذ نہ ہو یہاں قبول نہیں، کیونکہ عبادت اور حلال و حرام کے بیان کا اختیار صرف رب خالق کائنات ہی کے ہاتھ میں ہے۔

﴿وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝۱۱۶﴾ (النحل: ١١٦)

’’کسی چیز کو اپنی زبان سے جھوٹ موٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھو! سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ پر بہتان بازی کرنے والے کامیابی سے محروم ہی رہتے ہیں۔‘‘

اجتماعیت اور سوسائٹی

اجتماعیت اور سوسائٹی سے متعلق واضح تعلیمات ہیں۔اسلام نے اپنے ماننے والوں اور جواسلام پر ایمان نہ لاکر اپنے دین پر قائم رہ کر اسلامی حکومت کے ماتحت رہتے ہیں ان سب کے واضح حقوق بیان فرمائے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا:

﴿وَ مَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۝۱۰۷﴾ (الانبیاء: ۱۰۷)

آپ کے رحمت للعالمین ہونے کا مظہر ''اسلام'' کی ایک ایک تعلیم ہے۔جس وقت آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں نبی اور رسول بنا کر بھیجا، تاریخ کے اسکالرز جانتے ہیں کہ اس دنیا کی کیا حالت تھی۔ ہر طرف شرک کا انتشار تھا، یا پھر الحاد اور واضح گمراہیاں تھیں، ظلم و ستم کا دور دورہ تھا۔فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِيۡ بَعَثَ فِي الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۗ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِيۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ۝۲﴾ (الجمعه: ۲)

''اس ذات کریمہ نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اللہ کی آیات کی تلاوت کرے، ان کا تزکیہ نفس کرے، اور انہیں اللہ کی کتاب اور حکمت (یعنی اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی وحی جو حدیث کہلاتی ہے اسے سکھائے) اور اس سے قبل وہ واضح گمراہی میں تھے۔''

اور ہم دیکھیں کہ ان تمام گمراہیوں کا کس طرح اسلام نے قلع قمع کیا۔اللہ رب العزت نے اس انسان کو پیدا کر کے اسے صرف اپنی عبادت کی اجازت دی! رکوع اور سجود اور دوسری عبادتیں اپنے لیے خاص کر دیں، اسی میں انسان کی تکریم ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ﴾ (الذاریات : ٥٦)

’’میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔‘‘

نیز ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٦٣﴾﴾

(الانعام: ١٦٢تا١٦٣)

’’آپ فرما دیجئے! کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے۔ جو سارے جہان کا مالک ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔‘‘

اور یہی حکم تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی اقوام کو بھی ملا تھا۔قرآن کریم کی شہادت ہے:

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿٦٢﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٣﴾﴾ (الزمر: ٦٢تا٦٣)

’’اللہ ہر چیز کا خالق ہے، اور وہی ہر چیز کا محافظ ونگراں ہے۔آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اُس کے پاس ہیں، اور جو لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں وہی خسارہ اُٹھانے والے ہیں۔‘‘

اللہ رب العزت نے اپنی ذات اور صفات کی تعریف بتا کر کے ایک مسلمان کو یہ یقین دلایا کہ کوئی ذات میرے علاوہ ایسی نہیں جس نے تمہیں پیدا کیا اور آسمان و زمین کو پیدا کیا ہو، وہی خالق، وہی مالک، وہی رازق، وہی سمیع، بصیر،غفور، ودود وحلیم وغیرہ صفات کاملہ سے متصف ہے۔ وہ ڈائرکٹ بلا واسطہ سب کی باتوں اور دعاؤں کو سنتا ہے۔اس لیے کسی حاجت

کے وقت صرف اسی کو پکارو، یہاں کوئی کسی کا واسطہ لینا جائز نہیں، کسی نبی کا، نہ ولی کا، نہ کسی قبر کا، نہ کسی آستانے کا!

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ ﴾ (المومن: ٦٠)

"تمہارے رب کا فرمان ہے! کہ مجھ سے ہی دعا کرو! میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔ یقین مانو! کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ذلیل ہوکر جہنم جائیں گے"

ارکان اسلام کے ساتھ ساتھ یوم قیامت پر ایمان کو واجب کیا یعنی سب لوگ مریں گے۔اس سے کسی کو انکار نہیں پھر قیامت کا ایک دن آئے گا جس میں اللہ رب العزت سب کو اکٹھا کرکے ان کے اعمال اور کردار کا حساب لیں گے،

صالحین کے لیے جنت کا وعدہ کیا،اور برے لوگوں کے لیے جہنم کا۔

جنت:...... وہ جگہ ہے جہاں اللہ نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ سب کچھ سامان عیش و آسائش تیار کر رکھا ہے:

((مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ .)) ❶

"کہ جس کو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، اور نہ کسی کان نے اس کے تفصیلی اوصاف سنے اور نہ اس کا تصور ہی کسی کے دل میں آ سکتا ہے۔"

جہنم:...... آگ کا گڑھا ہے۔وہ آگ جو دنیا کی آگ سے ستر درجہ زیادہ گرم ہے اس میں جلا جلا کر عذاب ہوگا۔ باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَيْرَھَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ﴾ (النساء: ٥٦)

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، حدیث نمبر: ٣٢٤٤.

’’جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا انہیں ہم یقیناً آگ میں ڈال دیں گے، جب ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں بدل دیں گےتا کہ وہ عذاب چکھتے رہیں۔‘‘

اور پھر یہ عقیدہ دیا کہ کوئی شخص چھپ کر بھی کوئی کام کرے، اللہ اس کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ ان کے اعمال کو نوٹ کرنے کے لیے فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے۔ پھر زمین کے اس ٹکڑے کو بھی حکم دیا کہ بندہ جو کچھ کرے اس کو نوٹ کرلو، قیامت کے دن اس امانت کی گواہی دینی ہے:

﴿ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝٤ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۝٥ ﴾

(الزلزال : ٤تا٥)

’’اس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کر دے گی، اس لیے کہ تیرے رب نے اسے حکم دیا ہوگا۔‘‘

آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اس کی خبریں یہ ہیں کہ جس بندے یا بندی نے زمین کی پشت پر جو کچھ کیا ہوگا ،اس کی گواہی دے گی ! کہے گی: فلاں فلاں شخص نے فلاں فلاں عمل، فلاں فلاں دن میں کیا تھا اس لیے کہ تیرے رب نے اسے حکم دیا ہوگا۔‘‘ [1]

خود اعضاءِ جسم کو حکم ہے کہ نوٹ کرو! قیامت کے دن اس کی گواہی دینی ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝٦٥ ﴾ (یٰس : ٦٥)

’’ہم آج کے دن ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے، ان کاموں کی جو وہ کرتے تھے۔‘‘

تین ریکارڈ اور تین فائلیں تیار ہو رہی ہیں۔ اس عقیدۂ آخرت وحساب وکتاب کو اسلام

[1] مسند أحمد: ٢/٣٧٤۔ سنن ترمذی، کتاب التفسیر، حدیث نمبر: ٣٣٥٢۔ سنن الکبریٰ للنسائی: ٦/٥٢٠، حدیث نمبر: ١١٦٩٣.

نے مختلف پیرایوں میں انسان کے دل میں جا گزیں کرایا۔ یہ عقیدۂ آخرت ایسا عقیدہ ہے کہ انسان کے دل میں جب یہ عقیدہ جا گزیں ہو جاتا ہے تو اس کو تنہائی میں بھی گناہ کرنے سے مانع ہو جاتا ہے۔ گناہوں کے کرنے پر قابو پا کر بھی گناہ کو چھوڑ دیتا ہے جب اسے آخرت کے حساب و کتاب کی یاد آ جاتی ہے۔ تو اس کا سوتا ہوا ایمان جاگ جاتا ہے۔

ایک مسلمان یہ یقین رکھتا ہے کہ دنیا کے قوانین سے حیلہ بہانہ کر کے نکل جانا ممکن ہے۔ اور اس قانون کی نظر سے اوجھل بھی ہوا جا سکتا ہے۔ لیکن جس رب "حی و قیوم" کی آنکھ سوتی نہیں اس سے بچ کر چھپنا اور چھپ کر بچنا محال ہے۔

عبرتناک واقعات

ایک شخص کی توبہ کا واقعہ:

اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے اپنے سے قبل زمانے کے کچھ نیک لوگوں کا ذکر کیا ،جن میں ایک شخص وہ بھی تھا جس نے بتایا:

((إِنَّـهُ كَـانَـتْ لِـيْ اِبْـنَةُ عَـمٍ ، كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ)) وفي رواية: ((كُـنْـتُ أُحِبُّهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ ، فَأَرَدتُّهَا عَـلَـى نَـفْسِهَـا فَـامْتَنَعَتْ مِنِّيْ حَتَّى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِيْنَ فَـجَـائَتْـنِـيْ فَاعْطَيْتُهَا عِشْرِيْنَ وَمِائَةَ دِيْنَار عَلَى أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِيْ وَبَيْـنَ نَـفْسِهَـا ، فَـفَـعَـلَـتْ ، حَتَّـى إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا وفي رِواية۔فَـلَـمَّـا قَـعَـدْتُ بَيْـنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ: اِتَّقِ اللَّهَ وَلَا تَفُضَّ الْـخَـاتَـمَ إِلاَّ بِـحَـقِّهٖ ، فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِيْ أَعْطَيْتُهَا .))

’’کہ اپنے چچا کی لڑکی سے ناجائز محبت کرتا تھا،اور اس سے حرام شہوت کو پوری کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا لیکن وہ صالحہ نیک بندی غلط کام پر رضامند نہ ہوئی، اور وہ اپنی غلط خواہش میں کامیاب نہ ہوسکا۔ پھر ایک سال قحط سالی ہوئی لوگ بھوکے مرنے لگے۔اس وقت مجبور ہوکر وہ لڑکی اپنے چچا زاد بھائی سے کچھ سوال کرنے پر مجبور ہوگئی۔اس نے کہا: کہ اس وقت تک میں تم کو کچھ نہ دوں گا جب تک تو اپنی عصمت کو میرے حوالے نہ کردو۔ بھوک کی ماری معصوم لڑکی عزت فروشی پر مجبور ہوکر رضامند ہوگئی۔جب وہ شخص اپنی شہوت پوری کرنے کے لیے

اس لاچار پر قابو پا کر بیٹھا تو نیک بندی نے کہا: ((یَا عَبْدَ اللّٰهِ اِتَّقِ اللّٰهَ))
''کہ اللہ کے بندے اللہ سے ڈرو! اور اس حرام مہر کو ناحق نہ توڑو! اتنا کہنا تھا کہ اللہ کا ڈر اس شخص کے دل میں جاگ گیا، اور فوری طور پر اس نے حرام کام سے توبہ کر لی اور جو کچھ اس لڑکی کو دیا تھا وہ بھی معاف کر دیا۔'' [1]

اس طرح مدرسۂ نبوت کے پروردہ دو (۲) صحابی ایک مرد اور ایک عورت کا قصہ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے۔

سیّدنا ماعز بن مالک الاسلمی رضی اللہ عنہ کا قصہ:

حضرت ماعز بن مالک الاسلمی رضی اللہ عنہ خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! ((طَهِّرْنِیْ ! فَقَالَ :"وَیْحَكَ اِرْجِعْ فَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ وَتُبْ إِلَیْهِ .))

''مجھے پاک کر دیں! میں نے زنا کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ! توبہ استغفار کرو۔''

کچھ دور ہی گئے تھے کہ واپس آ کر اصرار کیا: کہ اے اللہ کے رسول! مجھے پاک کر دیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا ناس ہو جائے! توبہ واستغفار کر لو!

اس طرح چار بار انہوں نے اصرار کیا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کس چیز سے تمہیں پاک کروں؟ کہا: زنا سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ مجنون و پاگل تو نہیں ہیں؟ لوگوں نے بتایا: کہ نہیں! مجنوں نہیں ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ تحقیق پوچھا: "أَشَرِبَ خَمْرًا" کہ شراب کے نشے میں تو نہیں ہیں؟

((فَقَامَ رَجُلٌ فَاسْتَنْكَهَهٗ فَلَمْ یَجِدْ مِنْهُ رِیْحَ خَمْرٍ .))

''ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر ان کا منہ سونگھا تو شراب کا کوئی اثر نہ ملا۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکیداً سوال کیا: کہ تم جانتے ہو کہ حقیقت میں زنا کیا ہے؟ کہا: جی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الأدب، حدیث نمبر: ۵۹۷۴۔ صحیح مسلم، کتاب الرقاق، حدیث نمبر: : ۷۱۲۵.

ہاں "فَأَمَرَبِهٖ فَرُجِمَ" اس کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا اور انہیں رجم کیا گیا۔"

دوسری روایت میں ہے کہ جب پتھروں کی ماران پر پڑی تو وہ بھاگے یہانتک کہ "حرہ" میں ان کو پکڑ کر رجم کیا گیا۔

روایت کا بقیہ حصہ ہے کہ لوگ دو گروہوں میں ہوگئے۔ کچھ لوگ کہنے لگے کہ گناہ نے ماعز کو گھیر لیا وہ ہلاک ہوگئے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ ماعز کی توبہ سے بڑھ کر کس کی توبہ ہوگی کہ خود سے دربارِ رسول ﷺ میں حاضر ہوکر آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کہا: کہ مجھے پتھروں سے مار کر قتل کر دیجئے! پھر نبی اکرم ﷺ نے لوگوں سے کہا:

((اِسْتَغْفِرُوْا لِمَاعِزِبْنِ مَالِكٍ .))

"کہ ماعز کیلیے استغفار کرو۔"

لوگوں نے ان کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ .))

"کہ ماعز نے ایسی توبہ کی ہے۔ کہ ایک امت کے درمیان اگر تقسیم کر دی جائے تو سب کو کافی ہوگی۔" [1]

غامدیہ خاتون کا قصہ:

اسی طرح ایک غامدیہ عورت بھی آئیں، اور آپ ﷺ سے اصرار کیا کہ مجھے پاک کر دیں! میں نے زنا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ان کو بھی لوٹا دیا۔ دوسرے دن پھر وہ بی بی آئیں اور کہنے لگیں:

((أَرَاكَ تُرِيْدُ أَنْ تُرَدِّدَنِيْ كَمَا رَدَّدْتَّ مَاعِزَبْنَ مَالِكٍ .))

"میرا خیال ہے کہ آپ مجھے ماعز کی طرح لوٹا رہے ہیں۔"

اللہ کی قسم! میں زنا سے حاملہ ہوں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جاؤ! جب بچہ جن لینا تب آنا! جب انہوں نے بچہ جن لیا تو بچے کو کپڑے میں لپیٹ کر لے کر آئیں۔

[1] صحیح مسلم، کتاب الحدود، حدیث نمبر: ٤٥٢٧.

آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذًا لاَ نَرْجُمَهَا وَنَدَعَ وَلَدَهَا صَغِيْرًا لَيْسَ لَهُ مَن يُّرْضِعُهُ .))

کہ جاؤ! اسے دودھ پلاؤ! جب دودھ چھوڑ دے پھر آؤ۔ جب بچے کا دودھ چھڑا دیا، تو اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا دے کر خدمت رسول ﷺ میں لے کر حاضر ہوئیں۔ کہ اے اللہ کے نبی! اس کا دودھ چھڑا دیا ہے۔ اب یہ کھانا کھانے کے قابل ہو گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پرورش کے لیے بچے کو ایک شخص کے حوالے کیا اور ان کو ''رجم'' یعنی پتھروں سے مار کر ہلاک کرنے کا حکم دیا۔

آپ ﷺ نے ان پر صلاۃ جنازہ بھی پڑھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے نبی!

((تُصَلِّيْ عَلَيْهَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَقَدْ زَنَتْ ؟))

''آپ زنا کرنے والی عورت پر صلاۃ جنازہ پڑھ رہے ہیں؟''

تب آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر!

((لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِيْنَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَوَسِعَتْهُمْ .))

''اس عورت نے ایسی خالص توبہ کی ہے! کہ اگر مدینہ کے ستر آدمیوں کے درمیان اسے تقسیم کر دیا جائے تو سب کو کافی ہو جائے۔''

((وَهَلْ وَجَدتَّ تَوْبَةً أَفْضَلَ مِنْ أَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلّٰهِ تَعَالٰى .))

''اس توبہ سے افضل کوئی توبہ ہو سکتی ہے کہ توبہ کی خاطر اس نے اپنی جان کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔'' [1]

ان دونوں واقعات میں عقیدہ آخرت، خوف الٰہی، خشیت خالق کا منظر واضح طور پر نظر آتا ہے۔ عبرت کا مقام ہے کہ ان دونوں کو کوئی کھینچ کر، ان پر گواہی قائم کر کے، دربارِ

[1] صحيح مسلم، كتاب الحدود، حديث نمبر: ٤٥٢٨،٤٥٢٧ ـ ٤٥٢٩.

رسول ﷺ میں لے کر نہیں آیا تھا۔ خود ان کے ایمان اور خوفِ رب نے انہیں بے چین کر رکھا تھا کہ چین سے بیٹھنے نہ دیتا تھا۔

شرعی مسئلہ ہے کہ اعتراف جرم کرنے والے کو موقع ملے اور اس پر گواہ نہ ہو تو وہ انکار کر کے اپنے جرم سے بری بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن ان کے ایمان کی پختگی نے انہیں مجبور کر دیا کہ وہ چین سے نہ بیٹھ سکے اور اس دنیا کی رنگ رلیاں ان کی نظروں میں آخرت کے عذاب و ثواب کے سامنے ہیچ سے ہیچ تر رہیں۔ یہ عقیدہ کے کرشمے ہیں۔ جب یہ عقیدہ پختہ ہو جاتا ہے تو آدمی گویا اللہ ہی کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور دنیا میں بیٹھے ہوئے جنت اور جہنم آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔

ایک بات اور قابل توجہ ہے کہ سیّدنا ماعز بن مالک الاسلمی رضی اللہ عنہ اور غامدیہ عورت رضی اللہ عنہا یہ عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے جن کا لوگوں میں کوئی ذکر نہ تھا اور نہ ہی ان کا کوئی کارنامہ تاریخ میں مذکور نظر آتا ہے۔ اگر یہ حادثہ ان کیساتھ نہ ہوتا تو شاید وہ گمنام ہی رہتے! کوئی ان کو نہ جانتا اور نہ نبی کریم ﷺ کی صحبت مبارکہ میں ان کو زیادہ سے زیادہ رہنے کا موقع ملا ہو گا۔ لیکن نبی ﷺ کی صحبت کی برکت سے ان میں سے عام آدمی کا ایمان بھی پہاڑ کی طرح ہوتا تھا۔

جب ان عام صحابہ کا ایمان و یقین اس قدر پہاڑ جیسا بلند تھا تو ان خواص صحابہ کرام کے ایمان کی قوت اور بلندی کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے جنہوں نے ایک ایک سانس اور ایک ایک لمحہ خدمت رسول ﷺ میں گزارا ہو۔ اسی وجہ سے جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

((لَوْ وُزِنَ اِيْمَانُ أَبِىْ بَكْرٍ بِاِيْمَانِ أَهْلِ الأَرْضِ لَرَجَحَ بِهِمْ .))[1]

اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان تمام اہل زمین کے ایمان سے تولا جائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان سب پر بھاری ہو جائے گا۔''

اس عقیدۂ آخرت کی روشنی میں ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ دنیا میں امن و امان کو قائم کرنے کے لیے یہ عقیدہ کس قدر مؤثر چیز ہے۔

[1] فضائل الصحابه للامام أحمد، رقم: ٦٥٣ باسناد ضعيف و رواه ابن المبارك فى الزهد باسناد صحيح.

حقوق العباد

اسلام نے اللہ مالک الملک کے حقوق کے بعد جو سب سے زیادہ حقدار ہیں ان کے حقوق کی تاکید فرمائی اور وہ ماں باپ کے حقوق، رشتہ داروں کے حقوق، مہمانوں کے حقوق، پڑوسی کے حقوق ہیں۔

پڑوسی کسی بھی دین اور مذہب کا ہو! اسلام نے اس کے حقوق واضح طور پر بیان فرما کر اس کی مخالفت پر سخت عذاب کی وعید اور دھمکی دی ہے۔

ہر ایک حقدار کو حق دیا! اور اس کی حق تلفی پر دنیا کی سزا اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا ہے۔ ہر ایک کے ساتھ محبت کا سلوک برتنے کا حکم دیا، اسلام نے ایک جانور کو بھی ناحق ستانے کا حق کسی کو نہ دیا۔

اگر جانور کھانے کے کام آتا ہے تو اس کو ذبح کر سکتے ہیں، اگر موذی نہیں اور نہ کھانے کے کام آئے، تو اس کے مارنے سے منع فرمایا! لیکن ذبح کرتے وقت بھی جلد از جلد تیز دھار سے ذبح کر کے اس کو آرام دینے کا حکم دیا:

((إِذَا قَتَلْتُمْ فأَحْسِنُوْا القِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ))[1]

''ذبح کرو تو اچھے طریقے سے! اور قتل کرو تو اچھے طریقے سے۔''

ایک پیاسے کتے اور بلی کو پانی پلانے پر اجر کا وعدہ کیا۔ آپ ﷺ نے پرانے زمانے کے لوگوں کا ذکر کر کے فرمایا: کہ ایک شخص کنویں سے گزر رہا تھا۔ دیکھا کہ ایک کتا پیاس سے لاچار ہو کر کنویں کے پاس کی تر مٹی کو چاٹ رہا ہے۔ اس شخص کو رحم آیا اسنے اپنا جوتا نکالا:

((فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلأَ خُفَّهُ فَأَمْسَكَهُ بِفِيهِ حَتَّى رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ

[1] صحيح مسلم، كتاب العيد والذبائح، حديث نمبر: ٥١٦٧.

فَشَكَرَ اللّٰه لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ .)) ❶

''کنویں میں اترا اور دانت سے پکڑ کر پانی سے بھرا جوتا نکال کر کتے کو پلا دیا۔ اس کا یہ عمل رب رحیم کو پسند آیا اور اسنے اس کے بدلے اس کے گناہوں کو معاف فرمادیا۔''

اس قصے کے ذریعے آپ نے لوگوں کو جانوروں پر رحم کرنا سکھایا۔ اسی طرح ایک عورت کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((دَخَلَتِ النَّارَ امْرَأَةٌ فِیْ هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا ، فَلَمْ تُطْعِمْهَا ، وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خِشَاشِ الأَرْضِ حَتَّى مَاتَتْ .)) ❷

''ایک عورت صرف اس وجہ سے جہنم میں گئی کہ اس نے ایک بلی پر ظلم کیا تھا، اس نے اس کو باندھ کر کھانا پینا نہ دیا، اور نہ ہی اس کو چھوڑا کہ جا کر کیڑے مکوڑے کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتی۔''

---

❶ سنن ابوداؤد، کتاب الجهاد، حديث نمبر: ٢٥٥٠۔ صحيح بخاری، حديث نمبر: ٢٣٣٤.

❷ صحيح الجامع الصغير، حديث نمبر: ٣٣٧٤۔ سلسلة الصحيحة، حديث نمبر: ٩٨۔ سنن النسائی، کتاب الکسوف، حديث نمبر: ١٤٩٦ .

من مانی کا دور دورہ

نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت پوری دنیا گمراہ ہوچکی تھی، وہ قومیں جو اپنے کو اہل کتاب کہتی تھیں ان کے پوپ اور پادری دین کو اپنے ہاتھ میں لے کر جس طرح چاہتے عوام کو گھماتے اور چلاتے رہتے۔ عوام نے اپنے علماء پادریوں کو حلال وحرام کا مالک سمجھ رکھا تھا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾

(التوبہ: ۳۱)

''ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے۔''

امام ترمذی کی سنن میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے دربار میں حاضر ہوا، میری گردن میں سونے کی صلیب تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عدی ! اس بت کو نکال پھینکو !اور میں نے آپ کو : ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ آیت پڑھتے سنا۔اور کہا کہ اللہ کے رسول: وہ ان کو رب تو نہ سمجھتے تھے:

((إِنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْبُدُوْنَهُمْ .))

تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ انہیں پوجتے تو نہ تھے:

((وَلٰكِنْ يُحِلُّوْنَ لَهُمْ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيَسْتَحِلُّوْنَهُ وَيُحَرِّمُوْنَ عَلَيْهِمْ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ فَيُحَرِّمُوْنَهُ .))

''لیکن ان کی حلال کردہ چیزوں کو وہ لوگ حلال سمجھتے اور حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھتے تھے۔''

سنن بیہقی وغیرہ کی روایت میں یہ بھی آیا ہے "فَتِلْكَ عِبَادتهم" "یہی ان کی عبادت کرنا ہے۔" ❶

تاریخ کے جاننے والوں نے چھٹی صدی عیسوی بعثت نبوی ﷺ سے پہلے کو تاریخ انسانی کا تاریک ترین اور پست ترین دور شمار کیا ہے۔

یہود و نصاریٰ کی اکثریت اصل یہودیت و نصرانیت کو چھوڑ چکی تھی۔اور جو کچھ لوگ اپنے پائے ہوئے دین پر قائم تھے وہ دین کی امانت کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے زندگی کے میدان سے کنارہ کش ہوکر دیر وکلیسا اور صحراؤں کی تنہائیوں میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔اخلاقی پستی بعض اقوام میں ایسی آ چکی آ تھی کہ یزدگرد جو ایران کا پانچویں صدی کے وسط میں بادشاہ تھا، اس نے اپنی لڑکی کو اپنی زوجیت میں رکھا پھر اسے قتل کر دیا۔تاریخ طبری میں ہے کہ بہرام جو چھٹی صدی عیسوی میں حکمران تھا اس نے اپنی بہن سے اپنا ازدواجی تعلق رکھا۔ ❷

---

❶ سنن الترمذی، کتاب التفسیر، حدیث نمبر: ۳۰۹۵۔ سلسله صحیحة، حدیث نمبر: ۳۲۹۳ .

❷ تاریخ طبری ۳: ۱۳۸۔ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، صفحہ: ۴۸۔

ہندوستان کے متعلق

یہ ملک کسی سے پیچھے نہ تھا ،اس کے علاوہ بھی کچھ خصوصیات تھیں، جن کی وجہ سے جنہیں اس ملک کو شان یکتائی حاصل تھی ۔ان خصوصیات کو تین عنوان کے ذیل میں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱: معبودوں کی حد سے بڑھی ہوئی کثرت ۔

۲: جنسی خواہشات کی بحرانی کیفیات ۔

۳: طبقاتی تقسیم اور معاشرتی امتیازات ۔

پھر مولانا نے ان تینوں عناوین کی تفصیل بحوالہ بعض مؤرخین ذکر کیا ہے ۔جس میں دیوتاؤں کی کثرت کے تعلق سے لکھا ہے کہ وید میں دیوتاؤں کی تعداد ۳۳ تھی ،اس صدی میں تینتیس کروڑ ہوگئی ،اس عہد میں ہر پسندیدہ اور ہر کشش رکھنے اور زندگی کی کوئی ضرورت پوری کرنے والی چیز کو دیوتا بنالیا گیا جس کی پوجا کی جاتی تھی ۔اس طرح بتوں ،مجسموں، دیوتاؤں اور دیویوں کا کوئی شمار نہ تھا۔

ان دیوتاؤں اور قابل پرستش اشیاء میں معدنیات ،جمادات ،اشجار و نباتات ، پہاڑ اور دریا حیوانات (سانپ وغیرہ) حتی کہ آلات تناسل ،لنگ وغیرہ سب ہی شامل تھے ۔اسی طرح اور دوسرے عناوین کا انہوں نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ [1]

[1] انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر ۔باب اول۔

عرب کی حالت

بعثت نبوی ﷺ کے وقت عربوں کی حالت دوسری اقوام سے بہتر نہ تھی ۔بعض میں کچھ اچھے اخلاق کے ساتھ اخلاق اجتماعی اور معاشی بہت سی برائیاں بھی آ چکی تھیں۔اسی کو اللہ رب العزت نے بیان فرمایا ہے:

﴿وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الجمعة : ٢)

''کہ وہ کھلی گمراہی میں تھے۔''

وہاں بھی بتوں کی کثرت تھی ،اللہ کا وہ گھر جو توحید کا مرکز اور مرکز نور تھا ،اس گھر میں تین سو ساٹھ (٣٦٠) بت پوجے جاتے تھے۔انہی بتوں کو الٰہی صفات سے متصف کر کے انہی سے حاجت طلبی کی جاتی۔عرب کے ہر ہر قبیلے کا الگ بت ہوا کرتا تھا، یہاں تک کہ عام پتھروں کو پوجتے اور پہلے سے اچھا پتھر مل جاتا تو پہلے کو چھوڑ کر دوسرے کی پوجا کرنے لگتے ،عجیب حال تھا انسانی عقل کا۔صحیح بخاری میں ہے،حضرت ابو رجاء عطاردی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((كُنَّا نَعْبُدُ الْحَجَرَ ، فَإِذَا وَجَدْنَا حَجَرًا هُوَ أَخْيَرُ مِنْهُ أَلْقَيْنَاهُ وَأَخَذْنَا الآخَرَ فَإِذَا لَمْ نَجِدْ حَجَرًا جَمَعْنَا جُثْوَةً مِّنْ تُرَابٍ ، ثُمَّ جِئْنَا بِالشَّاةِ ، فَحَلَبْنَاهُ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُفْنَابِهِ .))[1]

''کہ ہم لوگ پتھر کو پوجتے تھے اگر اس پتھر سے کوئی اچھا پتھر مل جاتا تو پہلے کو پھینک کر اس دوسرے پتھر کو لے کر پوجنا شروع کر دیتے اور اگر پتھر نہ پاتے تو مٹی کا ڈھیر بنا لیتے اور بکری کو لا کر اس پر دوہتے پھر اس کا طواف کرتے۔''

اخلاقی طور پر ہر قسم کی برائیاں ان کے اندر پیدا ہو چکی تھیں۔''خمر'' اور''میسر'' شراب

[1] صحيح بخاری، كتاب المغازی، حديث نمبر: ٤٣٧٦ .

اور جوابازی زندگی کا خاص مشغلہ تھا، سودی لین دین کا بڑی بے رحمی سے معاملہ ہوتا تھا، لڑکیوں کو زندہ دفن کردینے کا دلسوز رواج بھی کسی زمانے میں ان کے اندر آ چکا تھا۔عورت مظلوم تھی اس کے حقوق پامال تھے۔قرآن کریم میں جگہ جگہ اس کا ذکر ملتا ہے۔امن مفقود تھا اس لیے ہر قوم عام طور پر جنگجو ہو چکی تھی ،غارت گری کرکے دوسرے کے مال بلکہ اولاد اور عورتوں پر قبضہ کرلیتے ،بچوں عورتوں کو غلام اور لونڈی بنالیتے کوئی سیاسی نظام نہ تھا۔ہر قبیلے کا سردار اس قبیلے کا حکمران سمجھا جاتا۔قبیلہ کا فرد ظالم ہو یا مظلوم ہر حالت میں اس کا ساتھ دیناان کے قانون کا جزء بن چکا تھا: ((اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا))[1]

''اپنے بھائی کی مدد کروخواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔''

یہ ایک عام مقولہ تھا! بعد میں نبی اکرم ﷺ نے اس مقولے کونبوت کے نور سے منور کیا اور فرمایا: کہ'' ظالم بھائی کی مدد اس طرح کرو کہ اس کا ہاتھ پکڑ کراسے ظلم سے روک دو!''[2]

تاریخ گواہ ہے! کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل اس دنیا کا کوئی ایسا خطہ نہ تھا جسے کہا جائے کہ وہ دینی اور اخلاقی ،معاشی اور سیاسی طور پر صالح نیک اور اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے والا رہا ہوکہ جہاں بت پرستی کی بجائے اللہ وحدہ لاشریک کی پرستش ہو جہاں لوٹ کھسوٹ ،قتل وغارتگری اورظلم کی بجائے عدل و انصاف اورحقوق کی حفاظت کا چرچا ہو۔

اس وقت عالم انسانیت کے درمیان کوئی ایسا خالص دین نہ رہ گیا تھا جس طرح اللہ رب العزت نے انبیاء کرام علیہم السلام پر اتارا تھا،کچھ صالح فطرت لوگ تھے جوانبیاء کرام کے باقی ماندہ دین اوراخلاق کوتلاش کر کے اس پرعمل کرنے کی کوششیں کرتے تھے۔جن میں ورقہ بن نوفل اور ان کے کچھ رفقاء تھے جنہوں نے حق کی تلاش میں نصرانیت قبول کر لی تھی۔جیسا کہ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی حدیث نمبر(۳) میں ہے۔

---

[1] صحيح بخاری، كتاب المظالم، حديث نمبر : ٢٤٤٣.

[2] رحمت للعالمین علامہ منصور پوریؒ ،صفحہ:۳۸۔

ان کے ساتھی زید بن عمرو بن نفیل بھی بتوں کی پرستش کو چھوڑ کر تلاش حق میں شام کو نکلے تھے۔ وہ بتوں کی پرستش اور غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے کو معیوب سمجھتے تھے۔ [1]

شام میں ایک یہودی سے ملاقات ہوئی ان کے دین کے متعلق پوچھا تو یہودی نے کہا کہ تم ہمارے دین پر اس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک اللہ کے غضب کا حصہ نہ پا لو۔ زید نے کہا، کہ اللہ کے غضب سے بچنے کے لیے ہی دین حق کی تلاش کر رہا ہوں میں اللہ کے غضب کی سکت نہیں نہ رکھ سکتا تو کیا کوئی دوسرا دین بتا سکتے ہو؟ اس یہودی نے کہا: (مَاأَعْلَمُهُ اِلَّا أَنْ یَّکُوْنَ حَنِیْفًا)

''کہ میں دین حنیف کے علاوہ کوئی دوسرا دین اس طرح کا نہیں جانتا جیسا تم تلاش کر رہے ہو۔ کہا: دین حنیف کیا ہے؟''

کہا دین ابراہیم!

((دِیْنُ اِبْرَاهِیْمَ لَمْ یَکُنْ یَهُوْدِیًّا وَلَا نَصْرَانِیًّا وَلَا یَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ .))

''کہ وہ نہ یہودی تھے نہ نصرانی اور اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرتے تھے۔''

حضرت زید اس کے پاس سے نکلے تو ایک نصرانی عالم سے ملاقات ہوئی۔ تو اس سے دین نصرانیت کے بارے میں پوچھ کر اس کی اتباع کی رغبت ظاہر کی۔ اس نصرانی نے بھی کہا:

((لَنْ تَکُوْنَ عَلیٰ دِیْنِنَا حَتّٰی تَأْخُذَ بِنَصِیْبِكَ مِنْ لَعْنَةِ اللّٰهِ .))

''کہ تم ہمارے دین پر اس وقت تک نہیں ہو سکتے، جب تک اللہ کی لعنت کا اپنا حصہ نہ پا لو۔''

حضرت زید نے کہا کہ اللہ کی لعنت ہی سے بچنے کے لیے تلاش حق کر رہا ہوں۔ اللہ کی لعنت اور اس کے غضب کو میں برداشت نہیں کر سکتا۔ اور کہا: ((هَلْ تَدُلُّنِيْ عَلٰی غَیْرِهٖ))

''کہ کیا دوسرا کوئی دین بتا سکتے ہو؟''

---

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، حدیث نمبر: ٣٨٢٦.

اس نصرانی نے کہا کہ تمہارے مقصد کا دین صرف دین حنیف ہے:

((دِيْـنُ اِبْـرَاهِيْـمَ لَـمْ يَـكُـنْ يَهُـوْدِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَا يَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ .))

یعنی دین ابراہیم علیہ السلام جو نہ یہودی تھے نہ نصرانی، اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرتے تھے۔ جب جناب زید نے دیکھا کہ یہودی اور نصرانی دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے دین کی طرف اشارہ کر رہے ہیں تو ان کے پاس سے نکلے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّی أَشْهَدُ أَنِّیْ عَلَی دِیْنِ اِبْرَاهِیْمَ .)) [1]

''اے اللہ گواہ ہو جا! میں دین ابراہیم علیہ السلام پر ہوں۔''

یقیناً ضلال مبین میں پوری دنیا گری ہوئی تھی، ہر سو فسادات ظلم و زیادتی کا بول بالا تھا۔ پورا عالم ہلاکت کے گڑھے میں گر جانے ہی والا تھا۔ کہ اللہ کی رحمت نے اسے بچا لیا۔ باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا﴾

(آل عمران: ۱۰۳)

''اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب ملکر مضبوط تھام لو، اور پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو، جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم آگ کے گھڑے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچا لیا۔''!

پھر وہ کون سی طاقت تھی جس کے ذریعے عرب جیسی اکھڑ قوم، جنگجو قوم ایک دوسرے کے اوپر اپنی جان قربان کرنے والی بن گئی۔ تالیف قلوب اور محبت اور بے نفسی اور ایثار کا جو

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، حدیث نمبر: ۳۸۲۷.

منظر رسول اکرم ﷺ کے اصحاب نے پیش کیا،، دنیا کو وہ اخلاق کبھی میسر نہ آئے تھے۔اس چشم فلک نے فدائیت کی ایسی مثالیں نہ دیکھی تھیں جو مثالیں اصحاب رسول ﷺ نے پیش کیں، تربیت رسول ﷺ سے اس طرح پاک ہو گئے کہ اپنی جاہلیت کے اعمال پر انہیں خود ہنسی آنے لگی۔اسلام نے ان کی عقل اوران کی فکر کو وہ بلندی عطا کی کہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) بتوں کو پوجنے والے صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے لگے۔جو لوگ ہر جن و شیطان سے ڈرتے تھے، اب صرف اللہ رب العزت ہی سے ڈر رہے ہیں، اوہام ووساوس کا گذر بھی اب ان کے پاس سے نہیں ہوسکتا تھا۔وہ جو لاقانونیت کی صدیاں تھیں اپنی بساط لپیٹ چلیں، صرف اللہ کے احکام اور قانون کی حکمرانی ہوئی ۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس اللہ کی کتاب اوراس کے رسول ﷺ کی سنت تھی جس کو تمسک کر کے وہ تمام گمراہیوں سے بچ گئے۔

اسلام میں عدل وانصاف

اسلام کا قانون عدل وانصاف ہی ظلم وجبر سے کراہتی دنیا کونجات دے سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات قرآن وسنت کے ذریعہ اس دنیا میں اللہ کی عبادت کا زیادہ سے زیادہ چرچا ہوا، اور ظلم وزیادتی کا خاتمہ ہوا۔اسلام نے ہر فرد بشر کے حقوق کی پابندی کا حکم دیا، اسلام نے تلوار اٹھائی تو اسی کے سامنے جس نے اس کے اوپر پہلے تلوار اٹھائی۔ایک جانی دشمن تلوار اٹھا کر بھی اگر مسلمان ہوجاتا ہے۔کلمہ ''لا الـه الا الـلّٰه''عین تلوار کے نیچے پڑھ لیتا ہے،تو اسلام اس کو بھی قتل کی اجازت ہرگز نہیں دیتا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ محبوب رسول نے ایک بار میدان جنگ میں کسی کے اوپر تلوار اٹھائی اس نے ''لا اله الا اللّٰه محمد رسول الله'' کہہ دیا،اس کے باوجود انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اسامہ!تم نے اسے لا الہ الا اللہ کہہ لینے کے بعد بھی قتل کر دیا؟

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عذر کیا کہ اے اللہ کے رسول !اس نے قتل سے بچنے کے لیے ''لا اله إلا اللّٰه'' کا بہانہ بنایا تھا۔ [1]

آپ ﷺ نے کہا: کہ تم نے اس کا دل پھاڑ کر کیوں نہ دیکھا؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنِّيْ لَمْ أُؤْمَرْ أَنْقُبَ قُلُوْبَ النَّاسِ .))

''مجھے اللہ نے لوگوں کے دلوں کو پھاڑ کر دیکھنے کا حکم نہیں دیا ہے۔'' [2]

اے اسامہ! قیامت کے دن لا الہ لے کر وہ شخص تمہارا حریف ہوگا !تم کیا جواب دوگے؟

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الدیات، حدیث نمبر: ٦٨٧٢۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، حدیث نمبر: ٢٨٨ .

[2] صحیح بخاری، کتاب المغازی، حدیث نمبر: ٤٣٥١ .

طبقاتی نظام

اسلام میں کوئی طبقاتی نظام نہیں، یہی وجہ ہے کہ مسجدوں میں کالے کیساتھ گورے کھڑے ہوکر کندھے سے کندھے ملا کر صلاۃ پڑھتے ہیں۔ کسی بھی پیشے کا آدمی ہو ایک دوسرے سے شادی بیاہ کر سکتے ہیں۔ اسلام نے اس طبقاتی خیال کو یکسر مٹانے کا حکم دیا ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿ يَآيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ ﴾

(الحجرات: ۱۳)

''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت کے ذریعہ پیدا کیا ہے۔ تمہیں مختلف قبیلوں اور قوموں میں صرف تعارف اور پہچان کے لیے تقسیم کیا ہے۔ لیکن جان لو! اللہ کے نزدیک سب سے افضل وہی ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ اور طہارت والا ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے بنی بیاضہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

((يَا بَنِيْ بَيَاضَةَ أَنْكِحُوْا أَبَا هِنْد [[وَكَانَ اَبُوْهِنْد حَجَّامًا]] [1]

''اے بنو بیاضہ! ابو ھند پچھے لگانے والے سے اپنی لڑکیوں کی شادی کر دو۔ اور ابو ہند حجام تھا۔''

بنو بیاضہ قریش خاندان کے لوگ تھے جبکہ ابو ہند حجام تھا۔

صحیح بخاری میں ہے۔ معرور کہتے ہیں کہ ''ربذہ'' مقام پر میں نے جناب ابو ذر رضی اللہ عنہ سے

---

[1] سلسلة الاحاديث الصحيحه، حديث نمبر: ٢٤٤٦.

ملاقات کی تو دیکھا کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ کے غلام کا لباس ابو ذر رضی اللہ عنہ ہی کی طرح تھا۔ تو میں نے اس کے بارے میں ان سے سوال کیا! کہ ایسا کیوں ہے؟ کہا: میں نے کسی آدمی سے سخت کلامی کی تھی تو اس کی ماں کا ذکر کر کے اس کو شرم دلایا! اس کی ماں عجمی تھی! اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا:

((يَـا أَبَـاذَرّ ! أَعَيَّـرتَهُ بِأُمِّهِ؟ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ ، إِخْوَانُكُمْ خَـوَلُكُمْ ، جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ ، فَمَنْ كَانَ أَخُوْهُ تَحْتَ يَـدِهِ فَـلْيُـطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ ، وَلْيَلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ ، وَلاَ تُكَلِّفُوْهُمْ مَايَغْلِبُهُمْ ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَأَعِيْنُوْهُمْ .)) [1]

''ابوذر! تم نے اسے اس کی ماں کا طعنہ دیا! تمہارے اندر اب بھی جاہلیت باقی ہے تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔ کسی کا بھائی اس کے ہاتھ کے نیچے ہو تو جو وہ کھائے اس کو بھی کھلائے اور جو پہنے اس کو بھی پہنائے۔ اور پھر ایسا کام اس سے نہ لے جو اس کی طاقت سے باہر ہو، اگر اس کو بھاری کام کا مکلّف کر رہے ہو! تو اس کی مدد کرو۔''

اسی طرح اسلام نے ایک دوسرے سے نفرت کو مٹانے کی سخت تعلیمات دی ہیں۔ اسکے علاوہ جہاں مسلمانوں کے حقوق بتائے۔ وہیں ساتھ ساتھ غیر مسلموں کے حقوق بھی واضح فرمائے! خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک یہودی پڑوسی تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا:

((كَـانَ غُلَامٌ يَهُـوْدِيٌّ يَـخْـدِمُ الـنَّبِـيَّ صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهُ .)) [2]

''وہ بیمار ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیمار پرسی کی۔''

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الإيمان، حديث نمبر : ٣٠.

[2] صحيح بخاری، كتاب الجنائز، حديث نمبر : ١٣٥٦ ـ مصنف عبد الرزاق ٦ : ٣٤.

پڑوسی کے عام حقوق

پڑوسی کے عام حقوق کا بیان فرمایا! بلاتمیز دین وعقیدہ ،آپ ﷺ نے پڑوسی کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید فرمائی۔اسلام میں پڑوس کے حق کا مستحق ہووہ پڑوسی ہے جو کسی شخص کے گھر کے پاس رہتا ہو، چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ،عابد ہو یا فاسق ،دوست ہو یا دشمن ،مسافر ہو یا آ کر گھر کے پاس اترا ہو یا شہر ہی کا رہنے والا ہو،رشتے دار ہو یا دور کا! ہر شخص کو پڑوس کا حق ادا کرنا واجب ہے۔بخاری اور مسلم کی روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

((مَــازَالَ يُـوْصِيْنِــيْ جِبْـرِيْـلُ بِـالْجَـارِ حَتَّـى ظَنَنْتُ أَنَّـهُ سَيُوَرِّثُهُ .)) ❶

''کہ جبریل (علیہ السلام) سے مجھے پڑوسی کیساتھ حسن سلوک کی ہمیشہ تاکید کرتے یہاں تک کہ مجھے گمان ہو چلا کہ آپ پڑوسی کو وارث بنادیں گے!'' جس طرح اپنے نسب ونسل کا آدمی وارث مال ہوتا ہے۔

نیز آپ نے فرمایا: ''کہ جو شخص اللہ پر اور دن قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے پڑوسی کو نہ ستائے!'' ❷

---

❶ صحيح بخاری، كتاب الأدب، حديث نمبر: ٦٠١٤۔ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، حديث نمبر: ٦٨٥٤.

❷ صحيح بخاری، كتاب الأدب، حديث نمبر: ٦٠١٨.

بدکاری، فحاشی

اسلام میں زنا بہت ہی برا اور فحش کام ہے۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا: کہ زنا کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ سب نے کہا کہ زنا حرام کام، اللہ اور رسول ﷺ نے اسے حرام کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: کہ آدمی دس عورتوں سے زنا کرے اس کا گناہ ہلکا ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کرے۔ پوچھا: کہ چوری کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ سب نے کہا کہ چوری حرام ہے، اللہ اور رسول ﷺ نے اسے حرام کیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ دس گھروں سے چوری کرنے کا گناہ پڑوسی کے گھر چوری کرنے سے ہلکا ہے۔ آپ نے قسم کھا کر فرمایا:

((وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ ، وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ ، وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ ، قِيْلَ وَمَنْ يَارَسُوْلَ اللَّهِ ؟قَالَ :اَلَّذِیْ لَا يُؤْمِنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ)) [1]

"کہ اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں! وہ شخص مومن نہیں! وہ شخص مومن نہیں! پوچھا گیا کہ اللہ کے رسول وہ کون شخص ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی شر اور ظلم سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔"

پڑوسی کے حقوق کی تفصیل کے لیے احادیث کی کتابیں دیکھی جائیں! خصوصاً "صحیح الترغیب والترہیب۔"

اسی تعلیم کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اپنے پڑوسی کا حد درجہ خیال رکھتے تھے۔ امام بخاری "الادب المفرد" میں روایت کرتے ہیں، مجاہد کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا، ان کا غلام بکری ذبح کر کے اس کی کھال اتار رہا تھا، آپ نے غلام سے فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الأدب، حدیث نمبر: ٦٠١٦.

کہ بکری کے ٹکڑے کر لینے کے بعد سب سے پہلے یہودی پڑوسی کو اس میں سے دینا! مجاہد کہتے ہیں کہ یہودی کا آپ اس قدر خیال کر رہے ہیں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے تھے:

((مَـازَالَ يُـوْصِيْـنِـيْ جِبْـرِيْـلُ بِـالْجَـارِ حَتَّـى ظَنَنْـتُ أَنَّـهُ سَيُوَرِّثُهُ.)) [1]

''جبریل (علیہ السلام) مجھے پڑوسی کے متعلق تاکید فرماتے رہے! یہاں تک کہ مجھے گمان ہو چلا کہ اسے وارث بنا دیں گے۔''یعنی جس طرح اولاد وارث ہوتی ہے۔''

[1] صحیح بخاری، کتاب الأدب، حدیث نمبر: ٦٠١٤.

اسلام دین فطرت ہے

اس نفس کے خالق نے وہی حکم دیا ہے جس کا نفس انسانی متحمل ہوسکتا ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ (البقرہ: ٢٨٦)

''اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔''

آپ غور فرمایئے! کہ آدمی اگر کسی سے ناراض ہے تو شریعت نے اس کو تین دن تک چھوڑ دینے کی اجازت دی ہے اس کے بعد پھر دونوں کو مل جانا ضروری قرار دیا۔

((لاَ يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أن يَّهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلاثَةِ أَيَّامٍ .)) [1]

''کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے۔''

تین دن کی اجازت اس نفس کے تقاضے کے تحت کتنی فطری بات ہے، اگر اس نفس کو فوری طور پر مجبور کیا جائے تو شاید قبول نہ کرے اور ہوسکتا ہے اس مجبوری کے دباؤ میں اس کو ذہنی اور بدنی نقصان بھی پہنچ جائے۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ مصیبت کا درد اور اس کا اثر پہلی بار بہت بڑا ہوتا ہے لیکن پہاڑ جیسی مصیبت سے بھی آہستہ آہستہ طبیعت کو سکون مل جاتا ہے۔ کسی کی وفات پر عام لوگوں کے لیے تین دن اظہار غم کی اجازت ہے:

((لا تُـحِـدُّ الْمَرْأَةُ فَوْقَ ثَلاثٍ ، إلاَّ عَلَى زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا)) [2]

---

[1] سنن ابوداؤد، کتاب الأدب، حدیث نمبر: ٤٩١١.

[2] سنن ابوداؤد، کتاب الطلاق، تفریع ابواب الطلاق، حدیث نمبر: ٢٣٠٢.

”کوئی عورت تین دن سے زیادہ سوگ نہ منائے، مگر اپنے شوہر کا چار مہینے دس دن سوگ منائے گی۔“

ہاں صرف بیوی کو شوہر کے اوپر چار مہینے دس دن سوگ منانے کو فرض کر دیا گیا۔ یہ اسلام کے دین فطرت ہونے کی دلیل ہے۔

زینت دنیا کی اجازت

اسلام نے اس نفس کے جائز تقاضوں کے پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ یہ نفس دنیاوی ملذات سے لطف اندوز ہونا بھی چاہتا ہے۔اسی طرح دنیا کے مال ومتاع کے حاصل کرنے کا ایک مادہ بھی اس نفس کا جزء ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾

(الاعراف : ۳۲)

''آپ فرمائیے ! کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے اسباب زینت کو، جن کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کوکس نے حرام کیا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ یہ اشیاء اس طور پر دراصل دنیا میں مومنوں کے لیے ہیں مگر قیامت کے روز تو خالص اہل ایمان ہی کے لیے ہوں گی۔''

اسی طرح اسلام میں بن باسی لینا اور گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں بس جانا یعنی کٹیا اور خانقاہ بنا کر دنیا سے قطع تعلق کر کے صرف عبادت اور اللہ کی یاد کے لیے الگ ہو جانا شریعت کے خلاف کام ہے۔اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَرَهْبَانِيَّةَۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ ﴾ (الحدید : ۲۷)

''رہبانیت کی بدعت خود ان کی اپنی ایجاد ہے۔ہم نے اس کو ان پر لاگونہیں کیا تھا۔''

صحیح مسلم اور صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

((جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوْتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَلَمَّا أُخْبِرُوْا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا ، فَقَالُوْا:وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ ، قَالَ أَحَدُهُمْ:أَمَّا أَنَافإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا وَقَالَ آخَرُ:أَنَا أَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِر ، وَقَالَ آخَرُ:أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلاَ أَتَزَوَّجُ أَبَدًا . فَجَاءَ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : "أَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا ؟ أَمَا وَاللَّهِ إِنِّيْ لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لَكِنِّيْ أَصُوْمُ وَأَفْطِرُ وَأُصَلِّيْ وَأَرْقُدُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ .))[1]

''کچھ افراد نے آپ ﷺ کی ازواج مطہرات سے آپ کے گھر کے اعمال سے متعلق سوال کیا :معلوم کر لینے کے بعد کہا: کہ ہم کہاں اور رسول ﷺ کہاں تو ان میں سے کسی نے کہا کہ میں نکاح وشادی نہ کروں گا، کسی نے کہا میں گوشت نہ کھاؤں گا کسی نے کہا کہ میں بستر پر نہ سوؤں گا نبی رحمت ﷺ کو ان کی باتیں پہنچیں تو آپ نے فرمایا: کیا وجہ ہے؟تم لوگ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں ۔ میں ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں ۔اس کے باوجود میں صلاۃ بھی پڑھتا ہوں ،سوتا بھی ہوں،صوم بھی رکھتا ہوں، صوم نہیں بھی رکھتا،عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں ،ان سے میں ملاپ بھی کرتا ہوں ۔جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا یعنی منہ موڑے گا، وہ مجھ میں سے نہیں ۔''

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ٥٠٦٣ .

انسانی جان کی حفاظت

انسانی فطرت ہے، بلکہ تمام حیوانات اور ذی نفس کا خاصہ ہے کہ جان کی حفاظت ضروری سمجھتا ہے۔اسلام نے انسانی جان کی حفاظت کے لیے بہت ہی معقول اورمؤثر طریقہ بتایا ہے۔اوراس کی تنفیذ کاحکم دیا ہے۔

اسلام نے اس دنیا میں امن کا نظام قائم کیا ہے، اور کیوں نہ ہو جبکہ یہ اس ذات کی طرف سے جس نے انسان کو پیدا کیا اوروہی اس کی مصلحت کو جانتا ہے۔ظلم و جور سے کراہتی دنیا اگرامن چاہتی ہے تو اسے چاہیے کہ اسلام پر ایمان لائے اور مسلمان بن جائے ورنہ کم از کم اسلام کے نظام امن کواختیار کرے!

انسانی جان اللہ رب العزت اور نبی کریم ﷺ کے نزدیک بہت ہی قیمتی ہے۔اس وجہ سے اللہ رب العزت نے جانوں کی حفاظت کا سخت انتظام فرمایا ہے۔ایک فرد کے قتل کو تمام لوگوں کے قتل جیسا قرار دیا:

﴿ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ﴾ (المائدہ: ۳۲)

''بنی اسرائیل پر ہم نے فرض کردیا۔کہ جوشخص کسی کو ناحق قتل کرے گا یا زمین میں فساد برپا کرنے کے لیےقتل کرے گا تو گویا اسنے پوری نوع انسانی کوقتل کرڈالا،اور جواسے زندہ رکھے گا تو گویا اس نے تمام لوگوں کوزندہ چھوڑا۔''

صحیح بخاری اورمسلم میں سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:

((أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ .))[1]

''کہ قیامت میں معاملات سے متعلق چیزوں میں سے سب سے پہلے خون کا فیصلہ ہوگا۔''

صحیح بخاری وغیرہ میں ہے، جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((اِنَّ مِنْ وَرْطَاتِ الأُمُوْرِ الَّتِي لاَ مَخْرَجَ لِمَنْ اَوْقَعَ نَفْسَهُ فِيْهَا ، سَفْكُ الدَّمِ الْحَرَا مِ بِغَيْرِ حِلِّهِ .))[2]

''یقیناً حرام خون کا بہانہ ایسا تنگ راستہ ہے کہ انسان کا اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔''

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

((كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَّغْفِرَهُ إِلاَّ مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا أَوْمُؤْمِنٌ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا .))[3]

''ہر گناہ کے بارے میں امید ہے کہ اللہ بخش دے سوائے شرک کے یا اس شخص کے جس نے کسی مسلمان کو ناحق قتل کیا ہو۔''

اسلام میں کسی بھی شخص کا خون بہانا حرام ہے، خواہ وہ کسی بھی دین اور مذہب کا ہو بشرطیکہ وہ مسلمانوں سے جنگ نہ کرتا ہو، اور مسلمانوں کے جان و مال کے درپے نہ ہو۔ اگر وہ مسلمانوں کے عہد و امان و پیمان کے اندر ہے تو اس کے قتل پر اللہ کی طرف سے بہت سخت وعید آئی ہے۔ جس طرح ایک مسلمان کے قتل پر سخت وعید آئی ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿ وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿٩٣﴾ ﴾ (النساء: ٩٣)

---

[1] صحيح مسلم، كتاب القسامة، حديث نمبر: ٤٤٧٥ .

[2] صحيح بخارى، كتاب الديات، حديث نمبر: ٦٨٦٣ .

[3] سنن ابوداؤد، كتاب الفتن والملاحم، حديث نمبر ٤٢٧٠ .

''جو شخص قصداً جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے گا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ کا غضب اس پر ہوگا اور لعنت بھی نیز اللہ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

اسی طرح عہد و پیمان دے کر کسی غیر مسلم کو قتل کرنے کی سزا اور عذاب یہ ہے کہ قاتل جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةَ (أي لَمْ يَشُمَّهَا) وَإِنَّ رِيْحَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ أَرْبَعِيْنَ عَامًا.)) ❶

سنن نسائی کے الفاظ اس طرح ہیں:

((مَنْ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَجِدْ رِيْحَ الْجَنَّةِ.)) ❷

''جو شخص ذمی اور معاہدین میں سے کسی کو قتل کرے وہ جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔''

سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین اور رومیوں کے درمیان صلح اور عہد تھا۔ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا ارادہ ہوا کہ فوج لے کر ان کی سرحدوں تک چلیں اور عہد و پیمان کی مدت ختم ہوتے ہی حملہ کر دیں۔

صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جناب عمرو بن عبسہ السلمی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ وفاء عہد نہیں! بلکہ غدر و خیانت ہے، معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کہ کیا کہہ رہے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے:

((مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَحُلَّنَّ عَهْدًا وَلَا يَشُدَّنَّهُ حَتَّى يَمْضِيَ أَمَدُهُ أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ.)) ❸

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجزیه والموادعة، حدیث نمبر: ۳۱۶٦.

❷ سنن النسائی، کتاب القسامة، حدیث نمبر: ٤٧٤٩.

❸ سنن ترمذی، کتاب السیر، حدیث نمبر: ۱۵۸۰۔ سلسلة الصحیحة، حدیث نمبر: ۲۳۵۷.

''کہ جس کسی کے درمیان عہد وامان ہو تو اس وقت تک فوج کشی کی تیاری نہ کرے جب تک مدت گزر نہ جائے یا پھر انہیں باخبر نہ کر دے۔''

اسی وجہ سے اسلام نے دنیا میں قاتل کی سزا بدلے کے طور پر قتل رکھی ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلْقِصَاصُ فِى ٱلْقَتْلَى ۖ ٱلْحُرُّ بِٱلْحُرِّ وَٱلْعَبْدُ بِٱلْعَبْدِ وَٱلْأُنثَىٰ بِٱلْأُنثَىٰ﴾ (البقرہ: ۱۷۸)

''مومنو! مقتول کے بدلے قاتل کو قتل کرنا تمہارے اوپر فرض ہے۔آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت قتل کی جائے گی۔''

توریت کا قانون بھی یہی تھا اور وہی قانون قرآن نے مسلمانوں کے لیے بھی برقرار رکھا۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ ٱلنَّفْسَ بِٱلنَّفْسِ وَٱلْعَيْنَ بِٱلْعَيْنِ وَٱلْأَنفَ بِٱلْأَنفِ وَٱلْأُذُنَ بِٱلْأُذُنِ وَٱلسِّنَّ بِٱلسِّنِّ وَٱلْجُرُوحَ قِصَاصٌ﴾

(المائدہ: ٤٥)

''ہم نے یہودیوں پر توریت کے ذریعہ فرض کیا تھا کہ قاتل کو مقتول کے بدلے قتل کیا جائے ،مظلوم کو آنکھ پھوڑنے کے بدلے میں ظالم کی آنکھ پھوڑی جائے! ناک کان کاٹنے کے بدلے میں کاٹنے والے کے ناک اور کان کاٹے جانے کے بعد پھر قتل کیا جائے۔اگر زخمی کیا تو زخم کا بدلہ زخم لگا کر لیا جائے۔''

یہ قانون تورات میں اب بھی پایا جارہا ہے۔اگرچہ اسمیں یہودی علماء نے بہت تبدیلیاں کرڈالی ہیں۔ [1]

---

[1] دیکھئے:الکتاب المقدس خروج ۲۱،۲۳ ـ ۲۵۔ اسی طرح انجیل متی میں بھی اسی جیسا حکم ہے۔دیکھئے:متی ۵ـ۲۱ـ۱۹/۱۸ــ لوقا ۱۸/۲۰.

آ ج کل قصاص کا وجود دنیاوی قانون میں مفقود ہے اس وجہ سے قاتل بے خوف وخطر قتل کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے کیونکہ وہ رشوت دے کر یا لوگوں کا واسطہ لے کر اس مسئلہ کو حل کرسکتا ہے، یا پھر چند سالوں کی سزائے جیل (جس میں اس کے کھانے پینے، اوڑھنے اور سونے کا انتظام ہوتا ہے)برداشت کر کے پھر نکل کر لوگوں کے لیے خوف و ہراس کا سبب بنا رہتا ہے۔لوگ قاتل کے نام سے ہی ڈرتے رہتے ہیں، بلکہ قاتل لوگوں کو دھمکی دیتا پھرتا ہے کہ دس سال جیل کاٹ کر آیا ہوں ، پرواہ نہیں مزید جیل کاٹ سکتا ہوں ،لیکن تمہیں مار ڈالے بغیر نہ رہوں گا۔لیکن اگر مجرم کو یہ یقین ہو کہ اگر ہم نے کسی کو قتل کیا تو ہمیں بھی قتل کیا جائے گا ،تو یقیناً وہ قتل کے ارادے سے تھرّ اجائے گا۔اگر اسے یقین ہو کہ ہم اگر کسی کی آنکھ پھوڑیں گے تو ہماری آنکھ بھی پھوڑ دی جائیگی ،اگر یقین ہو کہ ہم کسی کی ناک ،کسی کا کان کاٹیں گے تو ہماری ناک اور ہمارا کان بھی کاٹا جائے گا ۔اگر اسے یقین ہو کہ ہم نے اگر کسی کے دانت توڑے تو ہمارے دانت بھی توڑے جائیں گے۔جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ﴾

(المائدہ: ٤٥)

''اگر مجرم کو یقین ہو کہ اگر ہم نے کسی کو زخم پہنچایا! تو ہمیں بھی زخم کھانا پڑے گا۔ تو یقیناً بڑے سے بڑا مجرم بھی اس تصور سے تھرّ اجائے گا اور اقدام جرم سے باز آجائے گا۔''

آپ نے دیکھا اور سنا ہوگا کہ بڑے بڑے مجرمین بھی کبھی سولی پر چڑھانے کے لیے لیجائے جاتے ہیں تو ان کے بھی پاؤں لڑکھڑانے لگتے ہیں کیونکہ انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ اب ہماری جان لے لی جائے گی۔پھر اس قسم کی سزاؤں کی تنفیذ بند کوٹھریوں یا پبلک کی نظروں سے چھپا کر نہ کی جائے گی بلکہ کھلے بندوں عام لوگوں کے سامنے ۔تو پھر دیکھنے اور سننے والوں کا بھی پتہ پانی ہوجائے گا اور قتل یا ظلم کے تصور ہی سے اس فعل بد سے دور رہنے کی

کوشش کریں گے اور اس سے نصیحت پکڑیں گے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لۡيَشۡهَدۡ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝۲ ﴾ (النور : ۲)

''ان لوگوں کی سزا کے وقت مومنوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔''

اسی حکمت کو قرآن کریم میں دوٹوک الفاظ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿ وَ لَكُمۡ فِي الۡقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي الۡاَلۡبَابِ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ۝۱۷۹ ﴾

(البقرہ : ۱۷۹)

''ہوش و دانش والو! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔''

ایک قاتل کو قتل کے بدلے قتل کرکے ہزاروں کی زندگیاں محفوظ ہوسکتی ہیں۔ایک چیز ذہن میں رکھنے کی ہے۔وہ یہ کہ قصاص کا معنی ہے، پیچھے پیچھے چلنا ،یعنی قاتل نے جس طرح مقتول کو قتل کیا ہے اسی طرح اس کو قتل کیا جائے، ایک شخص نے کسی کے ہاتھ پیر کاٹے پھر اس کی گردن کاٹی تو اسی طرح اس کے ساتھ کیا جائے۔کسی کو آگ میں زندہ جلایا ہے تو اسی طرح اس کو زندہ جلایا جائے گا۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((أَنَّ يَهُودِيًّا قَتَلَ جَارِيَةً عَلَى أَوْضَاحٍ لَهَا فَقَالَ لَهَا أَقَتَلَكِ فُلَانٌ؟ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ لَا ثُمَّ سَأَلَهَا الثَّانِيَةَ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ لَا ثُمَّ سَأَلَهَا الثَّالِثَةَ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ نَعَمْ فَقَتَلَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ حَجَرَيْنِ))[1]

''کہ کسی لڑکی کا سر کسی یہودی نے دو پتھروں کے درمیان کچل کر زخمی کردیا تھا۔ پھر وہ مر بھی گئی تھی،تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مرنے سے پہلے اس سے پوچھا گیا کہ تمہارے ساتھ یہ کام کس نے کیا ہے، فلاں نے یا فلاں نے ؟ پھر ایک یہودی کا نام لیا گیا تو اس لڑکی نے سر کے اشارے سے بتایا کہ ہاں اسی یہودی نے یہ کام کیا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو اپنے پاس بھیج کر بلوایا تو

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الديات، حديث نمبر : ٢٦٦٦ ـ إرواء الغليل : ٧/٢٦٨.

اس نے جرم کا اعتراف کیا کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے۔تو قصاص میں نبی کریم ﷺ نے اس کے سر کو دو پتھروں کے درمیان کچل کر مارا۔''

یہی نہیں! بلکہ اگر ایک شخص کو کئی لوگوں نے قتل کیا ہے تو اس کے بدلے تمام مشترکین کو قتل کیا جائے گا۔ موطأ امام مالک میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ایک آدمی کو سات افراد نے قتل کیا تھا تو آپ نے قصاص میں ساتوں کو قتل کیا، اور کہا کہ اگر صنعاء کے سب بسنے والے شریک ہوکر اس کو قتل کرتے تو میں سب کو اس کے بدلے قتل کر دیتا۔ [1]

دنیاوی قانون میں مشترک قاتلین کو قتل نہ کرنے کا فیصلہ ہے۔ناحق قتل کسی بھی فرد بشر کا ہو، اسلام میں جائز نہیں۔ بلکہ ایک شخص کو خود حق نہیں کہ اپنی جان کو خود اپنے ہاتھ سے مار ڈالے یا ایسی جگہوں پر ڈالدے جہاں جان کا خطرہ ہے! سوائے حق کی خاطر، جہاں اللہ نے اجازت دی ہے۔ کیونکہ وہی اس جان کا خالق اور مالک ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرہ: ۱۹۵)

''اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔''

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كَـانَ فِيْـمَنْ كَانَ قَبلَكُمْ رَجُلٌ بِهِ جُرْحٌ ، فَجَزِعَ فَأَخَذَ سِكِّيْنًا فَحَزَّ بِهَا يَدَهُ، فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتَّى مَاتَ ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالىَ: بَادَرَنِيْ عَبْدِيْ بِنَفْسِهِ ، حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ .)) [2]

''کہ پہلے لوگوں میں سے ایک شخص نے زخم سے گھبرا کر اپنا ہاتھ چھری سے خود کاٹ لیا اس کے نتیجے میں اس کا خون بہ گیا اور وہ مر گیا۔اللہ رب العزت نے فرمایا: کہ میرے بندے نے اپنی جان خود مار ڈالی ہے میں نے اس کے لیے جنت کو حرام کر دیا۔''

---

[1] الموطأ ۲: ۸۷۱.

[2] صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، حدیث نمبر: ۳٤٦۳.

عقول کی حفاظت

اسی طرح اسلام نے اس عقل کی حفاظت کے لیے سخت سے سخت انتظام کیا ہے۔ کیونکہ یہ عقل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔اس وجہ سے ہر اس چیز کو اسلام نے حرام کیا ہے جس سے عقل انسانی کو وقتی طور پر یا ہمیشہ کے لیے نقصان پہنچ سکتا ہے اور انسان بے عقل ہوسکتا ہے۔ جسطرح پورے نفس اور انسانی وجود کا مالک اللہ ہے اسی طرح اس کی عقل کا مالک بھی اللہ ہے۔ انسان اس کا مالک نہیں۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾

(المائدہ: ۹۰)

''اے مومنو! شراب اور جوا، بت اور تیروں کے ذریعہ قسمت کے جاننے کی کوشش کرنا یہ ناپاک چیزیں ہیں، شیطان کے کاموں میں سے ہیں۔ان سب مذکورات سے باز رہو! اسی میں تمہاری فلاح و بہبود ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ .)) [1]

''ہر نشہ والی چیز ''خمر'' ہے اور ''خمر'' شراب حرام ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شراب کی حرمت جب اللہ رب العزت کی طرف سے اتری تو وہ عموماً پانچ اشیاء سے بنائی جاتی تھی۔ انگور سے، کھجور سے، شہد سے، گیہوں سے اور جو سے اور اس کے علاوہ ہر وہ شراب حرام ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے۔

[1] سنن ابو داؤد، کتاب الأشربة، حدیث نمبر: ۳۶۷۹.

اس سے معلوم ہوا کہ ہر وہ چیز جو آدمی کو مست کردے اور نشہ میں لائے وہ ''خمر'' یعنی شراب ہے۔

یہاں ایک چیز کی تنبیہ ضروری ہے کہ بعض ائمہ کی طرف یہ قول منسوب ہے کہ انگور سے بنی ہوئی شراب تھوڑی مقدار میں ہو یا زیادہ مقدار میں حرام ہے۔ لیکن اگر انگور کے علاوہ کسی اور چیز سے بنی ہو تو اس کی وہ مقدار حرام ہے جس سے نشہ آجائے! صرف وہی حرام ہے نشہ کی مقدار سے کم کا پینا جائز ہے۔ یہ قول حدیث رسول ﷺ کے صراحتاً خلاف ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

((كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَمَا اَسْكَرَ كَثِيْرُهٗ وَقَلِيْلُهٗ حَرَامٌ .))[1]

''ہر نشہ والی چیز حرام ہے اور جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ کرے تو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔''

اللہ کی عطا کردہ اس نعمت عقل کی حفاظت ہی کے پیش نظر اگر کوئی شخص شراب پیتا ہے تو اس کے اوپر حد شرعی واجب ہے۔ دنیا کے عقلمند یہ بات کہنے پر مجبور ہیں کہ اسلام کی تعلیم شراب کے بارے میں بہت ہی معقول ہے کہ اس شراب سے سوسائٹی میں بہت کچھ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ شراب کی خرابی سے متعلق ایک حدیث کا ذکر کردینا اس موقع پر مناسب ہوگا۔ طبرانی اور حاکم رحمہما اللہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ابوبکر و عمر اور کچھ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بیٹھے:

((فَذَكَرُوْا أَعْظَمَ الْكَبَائِرِ فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُمْ فِيْهَا عِلْمٌ .))

''اور بڑے سے بڑے گناہوں کا ذکر آیا تو ان لوگوں کے پاس اس بارے میں یقینی علم نہ تھا۔''

تو مجھے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس بھیج کر پوچھا تو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بتایا:

[1] ارواء الغليل، حديث نمبر: ٢٣٧٥- سنن ابن ماجه، حديث نمبر: ٣٣٩٢.

((أَنَّ أَعْظَمَ الْكَبَائِرِ شُرْبُ الْخَمْرِ .)) ❶

''کہ سب سے بڑا گناہ شراب کا پینا ہے۔''

میں نے آ کر ان کو بتایا تو سب نے اس پر نکیر کی ،اور سب اٹھ کر حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس ان کے گھر آئے تو عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے سب سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مَلِكًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ أَخَذَ رَجُلاً فَخَيَّرَهُ بَيْنَ أَنْ يَّشْرَبَ الْخَمْرَ أَوْ يَقْتُلَ صَبِيًا أَوْ يَأْكُلَ لَحْمَ الْخِنْزِيرِ أَوْ يُقْتَلُوْهُ إِنْ أَبَاهُ، فَأَخْتَارَ أَنْ يَّشْرَبَ الْخَمْرَ .)) ❷

''کہ بنو اسرائیل کے ایک بادشاہ نے ایک شخص کو پکڑا اور اسے اختیار دیا کہ یا تو شراب پی ،یا ایک آدمی کو قتل کرے ،یا پھر زنا کرے ،یا سوٴر کا گوشت کھائے ورنہ اگر ان میں سے کوئی ایک کام بھی نہیں کرتا تو اسے قتل کر دیا جائے ۔تو اس شخص نے شراب پی لینے کو سب سے ہلکا گناہ سمجھ کر شراب پی لی۔جب شراب پی لی تو مست ہوا عقل جاتی رہی پھر باقی دوسرے گناہ جن میں اس کو اختیار دیا گیا تھا سب کچھ کر گزرا۔''

اور مزید برآں (ترمذی)میں جناب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ لَهُ صَلاَةً أَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا .)) ❸

''کوئی شخص شراپ پیئے گا تو چالیس دن تک اللہ تعالیٰ اس کی صلاۃ کو قبول نہ

---

❶ صحيح الترغيب والترهيب؛ حديث نمبر: ٢٣٧٠.

❷ سلسلة الاحاديث الصحيحه، حديث نمبر: ٢٦٩٥.

❸ سنن ترمذى، كتاب الأشربة، حديث نمبر: ١٨٦١.

کرے گا۔‘‘

اور ایک مقام پر فرمایا:

((لاَیَـمُـوْتُ وَفِيْ مَثَانَتِهِ مِنْهَا شَيْءٌ إِلَّا حُرِمَتْ عَلَيْهِ الْجَنَّةُ وَإِنْ مَاتَ فِي الأَرْبَعِيْنَ مَاتَ مِيْتَةَ الْجَاهِلِيَّةِ .)) [1]

’’مرتے وقت اس کے مثانے میں شراب کا کچھ حصہ بھی ہوگا تو جنت اس کے اوپر حرام کردی جائے گی۔ چالیس دن کے درمیان مرا تو جاہلیت کی موت مرے گا۔‘‘

---

[1] سلسلسة الصحيحه، حديث نمبر: ٢٦٩٥ـ صحيح الترغيب والترهيب: ٢٣٧٠.

نسب ونسل کی حفاظت

اسلام کی اہم تعلیمات میں سے نسل اور نسب کی حفاظت ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے شریعت نے نکاح اور شادی کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ رہبانیت اور قطع تعلق عن الدنیا سے منع فرمایا۔ نیز شادی کے راستے بہت ہی آسان کیے ہیں، اور شادی کے بعد ایک مسلمان بیوی اور بچوں کی خاطر جو بھی تکلیف برداشت کرے گا اس پر عند اللہ بہت بڑے اجر کا وعدہ دیا گیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ مسلمان اپنے اہل وعیال پر جو کچھ خرچ کرتا ہے وہ اس کے لیے صدقہ لکھا جاتا ہے۔ صحیح مسلم میں سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((دِيْـنَـارٌ أَنْـفَقْتَهُ فِيْ سَبِيلِ اللَّهِ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِيْ رَقَبَةٍ، وَدِينَارٌ تَـصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِينٍ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ، أَعْظَمُهَا أَجْرًا اَلَّذِي اَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ.)) [1]

”ایک دینار تم نے جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کیا، ایک دینار غلام آزاد کرنے میں خرچ کیا، ایک دینار کسی مسکین پر خرچ کیا اور ایک دینار اپنے بیوی بچوں پر خرچ کیا تو ان میں سے سب سے زیادہ اجر وثواب اس پر ملے گا جسے تم نے اپنے بیوی بچوں پر خرچ کیا۔“

حضرت ثوبان مولیٰ رسول اللہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے افضل دینار وہ ہے جسے آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے، اور وہ دینار ہے جسے جہاد کے لیے تیار

[1] صحيح مسلم، كتاب الزكاة، حديث نمبر: ٢٣٥٨ ـ صحيح الجامع الصغير، حديث نمبر: ٣٣٩٨.

کردہ گھوڑے پر خرچ کرتا ہے:

((وَدِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلَى أَصْحَابِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ)) ❶

''اور وہ دینار ہے جسے جہاد میں اپنے ساتھیوں کے اوپر خرچ کرتا ہے۔''

ابو قلابہ تابعی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے اہل وعیال کا ذکر کیا، اور پھر فرمایا:

((فَأَيُّ رَجُلٍ أَعْظَمُ أَجْرًا مِنْ رَجُلٍ يُنْفِقُ عَلَى عَيَالٍ لَهُ صِغَارٌ يُعِفُّهُمُ اللّٰهُ بِهٖ وَيُغْنِيهِمُ اللّٰهُ بِهٖ .)) ❷

''کون شخص اس شخص سے بڑھ کر اجر والا ہوسکتا ہے جو اپنے اہل وعیال اور چھوٹے بچوں پر خرچ کرکے اللہ کے حکم سے انہیں سوال کرکے ضرورت پوری کرنے سے بچالیتا ہے۔ یا اس کے ذریعہ سے انہیں مزید کوئی نفع پہنچاتا ہے۔ اور لوگوں سے بے نیاز کردیتا ہے۔''

جناب کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے ایک شخص گزرا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی چستی اور محنت ومشقت کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اللہ کے رسول! یہ محنت ومشقت اگر وہ اللہ کے راستے میں کرتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنْ خَرَجَ يَسْعَى عَلَى وَلَدِهٖ صِغَارًا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَى عَلَى أَبَوَيْنِ شَيْخَيْنِ كَبِيْرَيْنِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَى عَلَى نَفْسِهٖ يُعِفُّهَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَى رِيَاءً وَّ مُفَاخَرَةً فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ

---

❶ صحيح الجامع الصغير، حديث نمبر : ١١٠٣.

❷ سنن ترمذی، کتاب البر والصلة، حديث نمبر : ١٩٦٦.

الشَّيْطَان .))[1]

''کہ اگر وہ چھوٹے بچوں کے لیے روزی کمانے کی خاطر نکلا ہے! تو وہ اللہ کے راستے میں ہے، اگر وہ بوڑھے والدین کے لیے روزی کمانے کی خاطر نکلا ہے! تو وہ اللہ کی راہ میں ہے۔ اگر وہ نکلا ہے اپنے آپ کو شادی کر کے پاکباز رکھنے کی خاطر تو وہ اللہ کی راہ میں ہے۔اور اگر وہ نکلا ہے ریا ونمود اور فخر وغرور کا مظاہرہ کرنے کے لیے تو وہ شیطان کے راستے میں ہے۔''

اسلام نے نسل کی تربیت اور اس کی حفاظت پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔تا کہ وہ صالح اور نیک ہو۔جب وہ اولاد صالح ہوگی تو خود والدین کی وقت ضرورت خدمت کرے گی۔نہ کہ انہیں کرایے کے ہاتھ میں چھوڑ دی گی۔اور اس خدمت کو اللہ نے اولاد پر فرض کر دیا ہے۔نہ ادا کرنے کی صورت میں گناہگار ہوگی:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾

(الاسراء: ٣٢)

''اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔''

مرنے کے بعد بھی یہ اولاد نفع پہنچائے گی ۔ نبی کریم نے ان چیزوں کا ذکر فرمایا جو انسان کو اس کے مرنے کے بعد بھی فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔ان میں ایک صالح اولاد بھی ہے۔ صحیح مسلم میں سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِذَامَـاتَ ابْنُ آدَمَ إِنْقَطَعَ عَمُلُهُ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ ، أَوْعِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهُ .))[2]

---

[1] صحيح الجامع الصغير، حديث نمبر: ١٤٢٨.

[2] صحيح مسلم، كتاب الوصية، حديث نمبر: ٤١٩٩ ـ صحيح الترغيب والترهيب ، كتاب العلم، حديث نمبر: ٧٨.

اسی نسل کی حفاظت کے اسباب میں پردہ اور عدم خلوت بالاجنبی کا حکم بھی ہے یہاں تک کہ غیر محرم مرد کو عورت کی طرف قصداً آنکھ بھر کر دیکھنے کی بھی اجازت نہیں۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((یَا عَلِیُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّمَا لَكَ الأُوْلَى وَلَيْسَتْ لَكَ الآخِرَةُ .)) ❶

''اے علی! نظر غلط کے بعد پھر دوسری نظر نہ دیکھو! پہلی نظر بغیر قصد کے تمہارے لیے معاف ہے! دوسری نظر قصداً جائز نہیں!''

اور پھر اسی نسل کی حفاظت کی خاطر زنا کے جرم پر جس سے نسل کا اختلاط اور پھر بے حیائی کا انتشار ہوتا ہے زنا کے حد مقرر فرمائے۔

اگر زنا کرنے والے غیر شادی شدہ ہیں تو ان پر برسرِ عام سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ اور ساتھ ہی سال بھر کے لیے اس شہر سے جس میں زنا ہوا ہے دوسرے شہر منتقل کر دیا جائے گا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ﴾

(النور: ۲)

''زنا کار عورت اور زنا کار مرد ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔''

اور اگر شادی شدہ ہیں، تو پھر پتھروں سے مار مار کر انہیں جان سے ہلاک کیا جائے گا۔
جناب عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی فرمان نبوی ہے:

((خُذُوْا عَنِّیْ خُذُوْا عَنِّیْ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلاً ، اَلْبِكْرُ بَالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ .)) ❷

❶ صحيح الترغيب، حديث نمبر: ١٩٠٣ ـ سنن ابو داؤد، كتاب النكاح، حديث نمبر: ٢١٤٩.
❷ صحيح الجامع الصغير، حديث نمبر: ٣٢١٥.

''مجھ سے یہ حکم لے لو! مجھ سے یہ حکم لے لو! اللہ رب العزت نے عورتوں کے لیے راستے نکال دیئے ہیں غیر شادی شدہ اگر زنا کریں تو انہیں سو(۱۰۰) کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دیا جائے۔اور شادی شدہ کو (۱۰۰) سو کوڑے لگانے کے بعد رجم کیا جائے یعنی پتھروں سے مار کر ان کی جان لے جائے۔''

انسان کی تکریم

اسی طرح اسلام نے اس انسان کو باعزت بنایا ہے۔کسی کے لیے جائز نہیں ! کہ اس کو حقیر سمجھے کسی بھی خاندان کا ہو، کسی بھی ملک کا ہو، کسی بھی رنگ کا ہو۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ﴾ (الاسراء: ۷۰)

''یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی۔''

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا یَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا خَیۡرًا مِّنۡهُمۡ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنۡ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُنَّ خَیۡرًا مِّنۡهُنَّ ۚ وَ لَا تَلۡمِزُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَ لَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ ؕ بِئۡسَ الِاسۡمُ الۡفُسُوۡقُ بَعۡدَ الۡاِیۡمَانِ ۚ وَ مَنۡ لَّمۡ یَتُبۡ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۱۱﴾﴾

(الحجرات: ۱۱)

''اے ایمان والو! کوئی مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہو، اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں! ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں، اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ، اور نہ کسی کو برے لقب دو، ایمان کے بعد فسق برا نام ہے، اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں۔''

اور خود حفظ انساب کا پہلو بھی انسان کی تکریم کا ایک ذریعہ ہے۔اس وجہ سے اگر کوئی شخص کسی کو غلط کام سے متہم کر دیتا ہے تو شریعت نے اس کا سخت محاسبہ کیا ہے۔اور اس کو سزا کا مستحق قرار دیا ہے۔اسلام میں حدود اور تعزیرات کے باب سے ہے کہ اگر کوئی کسی کو زنا سے متہم کرتا ہے اور اس کے اوپر گواہ نہ پیش کر سکا تو متہم کرنے والے کو ۸۰ کوڑے لگائے جائیں گے۔ [1]

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: سنن ترمذی، کتاب الحدود، حدیث نمبر: ۱۴۴۳.

اسلام میں مال کی اہمیت

اسی طرح اسلام میں مال کو بھی بڑی اہمیت دی ہے۔ ہر شخص اس حد تک مال کما سکتا ہے اور جمع کرسکتا ہے جس کے ذریعہ اپنی زندگی آرام سے گزار سکے۔مال کے لیے شرط ہے کہ حلال طریقے سے کمایا ہو اور پھر اس میں سے اللہ کا مقرر کردہ حق ادا کرتا ہو۔اللہ رب العزت نے مال کو لوگوں کے زندہ رہنے کا سبب بتایا ہے اور اس کی حفاظت کا حکم بھی دیا ہے:

﴿وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۵﴾

(النساء: ۵)

''بے عقل لوگوں کو اپنا مال نہ دے دو، جس مال کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری گزران کے قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے، ہاں! انہیں اس مال سے کھلاؤ پلاؤ، پہناؤ، اوڑھاؤ اور انہیں معقولیت سے نرم بات کہو۔''

ہر شخص کو حق ہے کہ شرعی طریقے پر جسقدر مال جمع کر سکے کرے، لیکن مال کے راستے میں واجبات شرعیہ کو نہ چھوڑے اور خود مال میں جو حق واجب آتا ہے اس کو ادا کرے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ (الجمعه: ۱۰)

''پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔''

شرط یہ ہے کہ مال اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرنے پائے۔ارشاد فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ

اللّٰہِ ﴾ (المنافقون : ۹)

''اے مسلمانو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں اور جو ایسا کریں وہ بڑے ہی زیاں کار لوگ ہیں۔''

نیز دنیا کے تمام مال و متاع کے بارے میں اس کی اجازت دینے کے بعد تنبیہ فرمائی ہے کہ دیکھو اللہ کی نعمتوں کو پالینے کے بعد اللہ کی یاد اور اللہ کے حقوق سے غافل نہ ہونا:

﴿ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ (التغابن : ۱۵)

''تمہارے مال اور اولاد تو سراسر تمہاری آزمائش ہیں، اور بہت بڑا اجر اللہ کے پاس ہے۔''

مال کی حفاظت کے سلسلے میں خود صاحب مال کو حفاظت کی تاکید فرمائی گئی۔ اسراف اور ناحق خرچ کرنے سے منع کیا گیا۔ ارشاد فرمایا:

﴿ وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ ﴾ (الاسراء : ۲۶ تا ۲۷)

''اور رشتے داروں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو! اور اسراف اور بیجا خرچ سے بچو! بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔''

تمام مال اللہ کی راہ میں دے کر اہل و عیال کو بھوکا رکھنے سے بھی منع فرمایا:

﴿ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ ﴾ (الانعام : ۱۴۱)

’’ وہی ہے جس نے باغات پیدا کیے ! وہ بھی جو ٹٹیوں میں چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے۔ اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن میں کھانے کی مختلف چیزیں مختلف طور کی ہوتی ہیں ، اور زیتون اور انار جو باہم ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے مشابہ بھی نہیں ہوتے ، ان سب کے پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ نکل آئے ، اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو ! اور حد سے مت گزرو ! یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔‘‘

اپنے صالح بندوں کی تعریف میں فرمایا:

﴿ وَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ ﴾ (الفرقان : ٦٧)

’’ اور جو خرچ کرتے وقت بھی اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی ، بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل طریقے پر خرچ کرتے ہیں۔‘‘

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣١﴾ ﴾

(الاعراف : ٣١)

’’ اور کھاؤ اور پیو، مگر حد سے مت نکلو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔‘‘

نیز یتیموں کو لوگ کمزور سمجھ کر ان کا مال ہڑپ کر لینے کے درپے رہتے ہیں اس وجہ سے ان کے مال کی حفاظت کی بھی بڑی تاکید فرمائی:

﴿ وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ﴾ (الانعام : ١٥٢)

’’ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے۔ یہاں

تک کہ وہ اپنے سن رشد تک پہنچ جائے اور ناپ تول پوری پوری کرو، انصاف کے ساتھ۔''

﴿وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿٣٤﴾﴾ (الاسراء: ٣٤)

''اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ سوائے اس طریقہ کے جو بہت ہی بہتر ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی بلوغت کو پہنچ جائے، اور وعدے پورے کرو! کیونکہ قول و قرار کی باز پرس ہونے والی ہے۔''

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿١٠﴾﴾ (النساء: ١٠)

''جو لوگ ناحق ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں جائیں گے۔''

﴿وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَ لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَهُمْ اِلٰى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ﴿٢﴾﴾

(النساء: ٢)

''اور یتیموں کا مال ان کو دے دو! اور حلال چیز کے بدلے ناپاک اور حرام چیز نہ لو، اور اپنے مالوں کیساتھ ان کے مال ملا کر کھا نہ جاؤ! بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ وَلِيَ يَتِيْمًا وَلَهُ مَالٌ فَلْيَتَّجِرْ لَهٗ !لَا تَأْكُلُهُ الصَّدَقَةُ .))[1]

''یتیم کے ولی کو چاہیے کہ اس کا ''مال'' تجارت میں لگا دے، تاکہ زکاۃ مال کو کھا نہ جائے!''

---

[1] مشکوٰۃ، حدیث نمبر: ١٧٨٩ : فیہ مقال وضعف. سنن ترمذی، کتاب الزکاۃ، حدیث نمبر: ٦٤١.

اسی مال کی حفاظت کی خاطر مختلف قسم کی بیوع خرید وفروخت کو منع کیا گیا۔جس میں دھوکہ ہو، جو مال حاضر نہ ہو اور اس کے بارے میں خریدنے والے کو معلوم نہ ہو کہ کیسا ہے۔ اسی مال کی حفاظت اور لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کی خاطر بیع و شراء اشتراک، مضاربت وغیرہ بیوع کو مشروع کر کے سود (ربا) جیسے غریبوں کے خون چوسنے والے معاملہ سے بڑی سختی سے منع فرمایا۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾ وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ ﴾ (البقرہ: ۲۷۸تا۲۸۰)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو، اگر تم سچ مچ ایمان والے ہو۔اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ، ہاں! اگر توبہ کر لو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے، نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہیے اور صدقہ کرو تو تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے اگر تمہیں علم ہو۔''

مزید ارشاد فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ وَ اللّٰهُ لَا

يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾ (البقرہ: ۲۷۵تا۲۷۶)

''سود خور نہ کھڑے ہونگے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے! یہ اس لیے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام، جو شخص اللہ تعالیٰ کی نصیحت سن کر رک گیا اس کے لیے وہ ہے جو گزرا اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور جو پھر دوبارہ (حرام کی طرف) لوٹا، وہ جہنمی ہے، ایسے لوگ ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے۔''

سود کا مال خود سود خور کو لے ڈوبے گا! اس میں نہ برکت ہوگی نہ ہی وہ اس سے آسودہ ہوگا! یہ مال اولاد کو کھلا کر ان پر مصائب کا سبب بنا سکتا ہے۔ اور تھوڑا حرام اس کے زیادہ حلال مال کو کھا بھی سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الرِّبَا وَإِنْ كَثُرَ فَإِنَّ عَاقِبَتَهُ إِلَى قَلَّ .)) [1]

''کہ سود کا مال اگرچہ دیکھنے میں زیادہ! مگر اس کا انجام قلت ہی ہے۔''

غرضیکہ کہ اسلام میں مال حلال کا خاص احترام ہے۔ اسی وجہ سے ہر غیر شرعی طریقے سے مال کا کھانا، مال کا خرچ کرنا حرام کیا گیا اور حرام کھانے والے کے بارے میں بہت سخت وعید آئی ہے۔ جیسا کہ آیات کریمہ میں سود کھانے یتیم کے مال کے کھانے والوں پر وعید کا تذکرہ ہوا، اسی طرح عام طریقے سے حرام کھانے کی وعید کے لیے یہی حدیث شریف کافی ہے۔ جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ جَسَدٍ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهِ .)) [2]

''ہر جسم جو حرام سے پلا ہو تو جہنم کا زیادہ حقدار ہے۔''

نیز حرام کھانے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے

[1] الترغيب وا لترهيب، حديث نمبر: ١٨٦٣. [2] صحيح الجامع الصغير، حديث نمبر: ٤٥١٩.

اللہ کے رسول ﷺ نے اس آدمی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

((الـرجلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَارَبِّ يَـارَبِّ وَمَـطْـعَـمُهُ حَرَامٌ وَ مَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِىَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لَذَلِكَ .))[1]

''جو آدمی لمبا سفر کرتا ہے۔ پریشان صورت اور پریشان حالت میں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یارب ! یارب ! کہتا ہے مگر اس کا کھانا حرام کا ہے، اس کا پینا حرام کا ہے، اس کا پہننا حرام کا ہے، اس کی غذاء حرام کی ہے، تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟''

اسی وجہ سے مال کے چوری کرنے پر اگر دینار کا چوتھائی حصہ بھی چوری کیا ہے۔ اور چوری ثابت ہوگئی تو چور کا ہاتھ پنچے کے جوڑ سے کاٹا جائے گا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ﴾ (المائدہ: ۳۸)

''چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دو! یہ بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا! یہ عذاب اللہ کی طرف سے ہے۔''

اسی طرح اگر ایک مسلمان مال اور جان کی دفاع میں مار ڈالا گیا تو اس کا درجہ شہید کا ہے۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ .))[2]

صحابیٔ رسول عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

((مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ مَظْلُوْمًا فَلَهُ الْجَنَّةُ .))[3]

[1] صحيح مسلم، كتاب الزكاة، حديث نمبر: ٢٣٩٣.
[2] سنن ابن ماجه، كتاب الحدود، حديث نمبر: ٢٥٨٠.
[3] صحيح الجامع الصغير، حديث نمبر: ٦٤٤٦.

جناب سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَظْلَمَتِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ .)) [1]

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کے انہیں نظام ایمان وامن کے باعث عرب جیسی جاہل اور اکھڑ قوم میں تہذیب آئی، رات دن کی غارت گری ختم ہوئی تھی، جان و مال کی حفاظت ہوئی، اور پھر جہاں بھی اسلام پہنچا اس خطہ کو امن کا گہوارہ بنایا۔اونٹوں کے چرانے والوں نے اونٹوں پر بیٹھ کر دنیا کو امن کا گہوارہ بنا دیا تھا۔اور اب بھی اگر یہ دنیا امن وسکون چاہتی ہے تو اسلام کے نظام امن کے ذریعے اسے سکون مل سکتا ہے۔

آج کا انسان چڑیا کی طرح فضا کی گود میں تیرنے لگا ہے، مچھلیوں کی طرح سمندر کے سینے کو چیرتا ہوا چل رہا ہے۔لیکن اس زمین پر اسے انسان حقیقی کی طرح چلنا نہ آیا۔ بلکہ دنیا بھر میں فساد برپا کر رہا ہے۔پانی میں آگ لگا دیتا ہے۔سچ فرمایا ربّ العالمین نے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ﴾

(الروم: ٤١)

''لوگوں کے بداعمال سے خشکی اور سمندر میں فساد کی آگ لگی ہوئی ہے۔''

اس وقت دنیا بھر میں بداخلاقی پھیل رہی ہے ،غیرت سوز اعمال کو دنیاوی قوانین کے ذریعہ جواز دیا جارہا ہے۔خصوصاً وہ قومیں جو اپنے کو ترقی یافتہ کہتی ہیں ،جنہیں بڑی طاقتوں کا نام دیا جارہا ہے وہ بہت سی بداخلاقیوں کو قانون کے ذریعہ رواج دے رہی ہیں اور مکمل طور پر ان کی ہمت افزائی کر رہی ہیں۔

اور اس دنیا میں اس وقت معاصی کو جو رواج دیا جارہا ہے ایسے ہی حالات میں اللہ رب العزت معاصی کے علاقوں میں انبیاء بھیجا کرتا تھا۔

کفر والحاد بہت سی قوموں میں عام ہے۔جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔کہ عبادت خانوں کو فروخت کررہے ہیں۔ ان کے گرجوں کو لوگ شراب خانے (پپ) بنالیں یا

---

[1] سنن نسائی، کتاب تحریم الدم، حدیث نمبر: ٤٠٩٦.

سورخانے بنالیں انہیں اس کی پرواہ نہیں ۔ برطانیہ میں کتنے ایسے گرجے ہیں جنہیں خرید کر مسجد بنالیا گیا ہے۔

سننے میں آیا ہے کہ اب اسلام دشمنی میں مسجد کے لیے گرجوں کوخریدنے سے قانونی طور پرمنع کردیا گیا ہے، یہ بات کوئی انہونی اور بعید نہیں۔

دنیا میں کوئی بھی اخلاقی برائی ہو بہت سے ملک اسے قانونی شکل دے کر اس کو جائز کر رہے ہیں۔ یہ بھی صحیح ہے کہ بعض ملکوں میں قانونی طور پر بہت سے کاموں کو جرم قرار دیتے ہیں لیکن عوام پر ان کاموں کے کرنے پر کوئی سختی نہیں۔ سود جیسا ظالم معاملہ ان کے قانون میں جائز ہی ہے، زنا جیسا جرم جسکو عام جانور بھی برداشت نہیں کر پاتے انہیں بھی غیرت آتی ہے، لیکن بہت سے ملکوں میں آزادی اور مساوات کے نام سے اسے قانوناً جائز کیا گیا ہے۔ اگر طرفین کی رضامندی سے ہورہا ہے ۔ افسوس کی بات ہے کہ بہت پہلے مسلمانوں کے بعض ملکوں میں بھی یہ قانون پاس کیا جا چکا ہے۔ کہ زنا کو اس وقت جرم سمجھا جائیگا جبکہ زبردستی سے ہو ۔طرفین کی رضامندی کی صورت میں جرم نہیں اور نہ ہی مرتکبین زنا سزا کے مستحق ہوں گے۔ [1]

اللّٰــہ اکبــر! وہ کبیرہ گناہ جواللہ کی غیرت اورغضب کوبھڑکانے کا سبب ہے اسے مسلمانوں کے ملکوں میں جائز کیا جارہا ہے۔ زنا جو خاندانی نظام کو بر باد کرنے کا عمل ہے اس کو جائز کرکے اعداء اللہ نے شادی جیسے شریف رشتہ کے ترک کی ہمت افزائی کی ہے۔

عورت کی آزادی کے نام سے بیویوں اورشوہروں کے تبادل کا گھناؤنا نظام بھی رائج کیا ہے۔اختلاط نسب ان کے یہاں کوئی عیب کی بات نہ رہی، بیوی اگر دوسرے شخص سے حاملہ ہوئی تب بھی وہ بچہ بیوی اورشوہر ہی کا ہوگا۔ یا جیسا اتفاق ہوجائے۔

ان اخلاق سوز نظام کے پیچھے بہت سی مزیداور اجتماعی خرابیاں بھی ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ یہ فعل اللہ کے غضب کودعوت دیتا ہے، طبرانی اور حاکم نے سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

[1] التشريع الجنائي عبدالقادر عوده : ٢/٣٤٦.

سے روایت کی ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا ظَهَرَ الرِّبَا وَالزِّنَا فِيْ قَرْيَةٍ فَقَدْ حَلُّوا بِاَنْفُسِهِمْ عَذَابَ اللّٰهِ)) [1]

''یعنی کسی بستی میں اگر کھلے طور پر سود اور زنا کا رواج ہوا تو انہوں نے اپنے اوپر اللہ کے عذاب کو دعوت دے دی ہے۔''

زنا کے علاوہ ان قوموں نے لواطت یعنی مردوں یا عورتوں سے دبر (پیچھے کے راستے سے) جماع کو قانونی حیثیت دے کر کھلے عام مرد اور مرد کے درمیان شادی کی اجازت بھی دے دی ہے، بلکہ سرکاری طور پر سننے میں آیا ہے کہ اس قانون کے پاس کرنے کے بعد جس نے سب سے پہلے ایسی شادی کی اس کی کافی آؤ بھگت ہوئی اس کی ہمت افزائی کی گئی۔

تاریخ اقوام میں سوائے قوم لوط کے کسی اور قوم کے بارے میں اس فعل کے کرنے کا ذکر نہیں ملتا۔لیکن قوم لوط نے بھی شادی کے ذریعہ مرد کے لیے کسی مرد سے شہوت پوری کرنے کا رواج نہیں دیا تھا۔بلکہ وہ یہ کام عیاشی کے طور پر کھلے یا چھپ کر کیا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ عذاب بھیجا تھا کہ فرشتوں نے ان کی بستیوں کو اوپر اٹھا کر وہیں سے پھینک کر ان پر پتھر برسا کر ہلاک کر دیا۔ارشاد فرمایا:

﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿٨٢﴾ ﴾ (هود : ٨٢)

''جب میرا حکم آ گیا تو بستیوں کو اوپر سے نیچے کے بل الٹ دیا اور ان پر ہم نے پتھر برسائے۔''

لیکن آج کی دنیا میں انسانیت اور اخلاق کے دشمن اس کو رواج دے کر کس قدر نسل کشی کر رہے ہیں، اس فعل خبیث کے لیے عورت سے شادی کی طرح منگنی عقد اور ولیمہ کے مراسم کو بھی رواج دیا ہے۔ان شاء! اللہ اب جلد ہی اللہ کا غضب ان پر آنے والا ہے۔بلکہ فطرت

[1] معجم الطبراني الكبير ، حديث نمبر : ٤٦٠ـ المستدرك للحاكم، حديث نمبر: ٢٣١٦.

انسانی کے دشمنوں نے فیملی سیکس، اینمل سیکس کو عملی طور پر انسانیت کے قتل کا پروگرام بلکہ اپنی ہلاکت کا سامان مکمل کرلیا ہے۔

فیملی سیکس میں باپ بیٹی کے ساتھ، بیٹا ماں کے ساتھ، بھائی بہن کے ساتھ اپنا منہ کالا کررہا ہے۔ اگرچہ مغرب کی بعض حکومتوں میں یہ فعل قانونی طور پر منع ہے لیکن مفسدین اسے برت رہے ہیں او کچھ ایسے ملک بھی ہیں جہاں کے بعض صوبوں میں اس فعل بد کو قانونی شکل بھی دے دی گئی ہے۔ اور اینمل سیکس میں کتوں، گھوڑوں گدھوں سے بھی عورت اپنی شہوت کو پورا کرسکتی ہے۔

ڈاکٹر محمد علی البار نے اپنی کتاب "عمل المرأة فی المیزان" ص ۱۴۷ میں ذکر کیا ہے کہ ایک ایکٹریس ڈنمارک کے کسی کلب میں آ کر ایک ایک کپڑے اتارکر مادر زاد ننگی ہوئی، پھر لوگوں کے سامنے ان کی لطف اندوزی کے لیے اسٹیج ہی پر کتے کے ساتھ زنا کرانے لگی۔ اس کے بعد لوگوں کو چیلنج دیا ہے کہ ہے کوئی جو اس کتے کی طرح میرے ساتھ آ کر جماع کرسکے!

ڈاکٹر البار نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ۱۹۸۴ء میں مغربی جرمنی دوسلدروف کی کانفرنس میں ایک عربی ڈاکٹر نے جو جرمنی ہی میں کام کرتا ہے، بتایا کہ میرا ایک جرمنی ڈاکٹر دوست ایک رات ایمرجنسی میں آیا اس کے سر میں سخت چوٹ آئی تھی، خون بہہ رہا تھا۔ جب اس سے پوچھا، کیا بات ہے؟ تو اس نے بتایا کہ گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک بڑا کتا بیوی کے ساتھ سیکس کررہا ہے تو میں نے کتے کو مارنا شروع کیا کہ اتنے میں میری بیوی نے اٹھ کر مجھے ہی کسی بھاری چیز سے مارا اور کہا کہ تم اسے کیوں مار رہے ہو؟ تمہیں معلوم نہیں کہ یہی کتا میرا اکیلا فرینڈ اور دوست ہے۔ [1]

ان قوموں نے ایک سے زیادہ شادی کرنے کو تو منع کیا ہے لیکن فرینڈ اور معشوقہ کے نام سے شوہر جتنی عورتوں کو گھر میں لاکر رکھے، یا ان سے راہ و رسم رکھے تو بیوی کو اعتراض نہ

[1] الامراض الجنسیه، ص: ۷۳.

ہونا چاہئے۔ اسی طرح بیوی جتنے عاشق اور معشوق بنائے اوشوہر کے گھر ہی میں لاکر شوہر کے ہوتے ہوئے اس کے سامنے اس کے ساتھ شہوت رانی کرے۔ شوہر کو قانونی طور پر اعتراض کا حق نہیں۔ "الاحکام الشخصیه للمسلمین فی الغرب" میں لکھا ہے کہ جرمنی کے قانون میں ہے کہ شوہر کو حق نہیں پہنچتا کہ اگر اس کی بیوی نے اپنا کوئی عاشق بنا رکھا ہے تو اپنے شعور کو مجروح کرنے اور اپنی ہتک عزت کا کوئی عوض بیوی یا عاشق سے طلب کرے! زیادہ سے زیادہ یہی کرسکتا ہے کہ اگر اس کی بیوی اپنے عاشق سے حاملہ ہوئی تو صرف ڈلیوری (Delivery) کا خرچ طلب کرسکتا ہے۔ ❶

مؤلف نے ایک قصہ بیان کیا ہے کہ ایک نومسلم نوجوان نے مجھے بتایا کہ اس کی بیوی نے اپنا ایک عاشق بنایا ہے بچوں کے سامنے ہی اسے اس کے گھر میں بلایا! وہ آیا، میرے گھر ہی میں بیوی سے ہم بستر ہونا چاہا تو میں نے اس کو مارنا شروع کیا۔ اس نے بھی مار پیٹ کی۔ پولیس آئی اس سے جب قصہ بیان کیا اور عاشق کو گھر سے نکالنے کا مطالبہ کیا تو پولیس نے کہا کہ قانوناً ہم کچھ نہیں کرسکتے۔ یہ تمہاری بیوی کا مہمان ہے اسے ہم نہیں نکال سکتے۔ آخر عاشق اپنی معشوق کے ساتھ خلوت کرکے اس کے گھر میں لطف لے رہا تھا۔

پولیس چلی گئی، شوہر حیران تھا کیا کرے! بیوی کو بھی قانوناً نہیں مارسکتا، قانون کی نظر میں جرم ہے۔ اور نہ عاشق سے خلوت و ہم بستری کو منع کرسکتا ہے کیونکہ عورت کی ذاتی آزادی میں دخل بھی قانون کے خلاف ہے۔ عاشق اور بیوی کے فرینڈ کو بھی نہیں مارسکتا کیونکہ وہ اس کی بیوی کا مہمان ہے بیوی کو گھر سے بھی نہیں نکال سکتا۔ اب یا تو خود اپنے ہی گھر کو چھوڑ کر کہیں چلا جائے اور طلاق دے یا پھر اسی طرح ذلت اور بے کسی پر صبر کرے۔ ❷

ان قوموں نے بے حیائی کے آخری حدود کو بھی پار کرلیا۔ بے حیائی اور فحاشی کی اشاعت ہی کی خاطر عریانیت کو جائز کہہ کر اسلامی پردہ اور نقاب کو اپنے ملکوں میں منع کرنا

---

❶ الاحکام الشخصیه للمسلمین فی الغرب، ص: ٤٩٦.

❷ الاحکام الشخصیه للمسلمین فی الغرب، ص: ٤٩٦.

چاہتے ہیں۔ مساوات اور برابری کے نام سے مرد وعورت کو میدان میں نکل کر کام کرنے کی آزادی دی گئی۔اور ہر ایک کوحسب رغبت کام کر کے اپنی روزی کمانے کا قانون پاس کیا۔

جب عورت اپنی روزی خود اپنے ہاتھوں کمائے گی اور جیسا چاہے گی جب تک چاہے گی گھر سے باہر رہے گی ،اور وہ بھی ایسی جگہوں پر جہاں مرد و زن کا اختلاط ہے، اور دونوں کی خلوت بھی ہوتی رہتی ہے، اگر خلوت کا موقع برسر عمل نہ بھی ملے تو کسی وقت بھی رضامندی سے اپنی شہوت پوری کرسکتی ہے۔اگر اس کا شوہر بھی ہے تو اسے اعتراض کا حق نہیں جسطرح بیوی کو دوسری عورت سے شوہر کے ملنے پر اعتراض نہ ہوگا تو ظاہر ہے کہ ہر ایک اپنی شہوت کو کسی سے بھی پوری کرسکتا ہے پھر نکاح کے بندھن میں بندھے رہنے کا فائدہ ہی کیا ہے؟اس وجہ سے ان کے ملکوں میں خاندانی نظام کی بنیاد ڈھ چکی ہے۔شادی کے بندھن میں بندھے رہنے اور اخلاقی طور پر ایک دوسرے کی خاطر اپنے جسم وآبرو کو محفوظ رکھنے کی ضرورت ہی نہ رہی ! اس وجہ سے لاکھوں نوجواں دوشیزائیں اور عورتیں فحاشی کے کلبوں میں رات اور دن گزارتی شہوت پوری کرتی ہیں یہاں تک کہ بعض حالات میں عورتیں مرد کو کرایہ دے کر اپنی شہوت پوری کرتی ہیں ۔یہ حقیقت واقعی ہے۔ان حالات میں نسل کشی نہ ہوگی تو پھر کیا ہوگا؟

اگر عورت زنا سے حاملہ ہوئی تو دسیوں تدابیر سے اس حمل کو ضائع کیا جاسکتا ہے۔نہیں تو پیدا کر کے بھی قتل کیا جاسکتا ہے۔قتل نہیں کیا گیا تب بھی جو بچے زنا سے پیدا ہوئے ان کے لیے کوئی عار کی بات نہیں رہ گئی ۔ماں باپ کا جو تعلق ہونا چاہیئے تھا اس تعلق کی بھی ضرورت نہ رہی ۔بچہ بڑا ہو کر دنیا میں اس طرح سرگرداں ہوجاتا ہے کہ اپنی ماں کے بارے میں اسے معلومات تک بھی نہ ہوتیں کہ وہ کہاں ہے،اور کتنے واقعات بیان کیے جاتے ہیں کہ لڑکا اپنی ماں کے ساتھ بھی زنا کرتا ہے اور اسے خبر نہیں کہ یہ میری ماں ہے۔

ان کے ملکوں میں اگر کوئی شخص اپنے خاندان بیوی اور بچوں بچیوں کی حفاظت بھی کرنا چاہے تو وہاں کے اسکول جو بچوں کو اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ پھر قانونی طور پر بالغ ہونے کے بعد بچوں کو ہر قسم کی آزادی کی جو حمایت حاصل ہے۔اس کی

بنا پر کوئی شریف انسان اپنے بچوں کی حفاظت اور تربیت اسلامی طریقہ پر نہیں کرسکتا۔

کسی حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں حرم پاک کے دروس میں امریکہ کے ایک حاجی صاحب جو اصلاً پاکستان کے تھے بیٹھا کرتے تھے عقیدہ کے بریلوی تھے۔لیکن بیس دن کی مجلس اور سوال و جواب کوسن کر انہوں نے کہا کہ میں آپ سے تنہائی میں کچھ وقت چاہتا ہوں! درس کے بعد میں ان کو لے کر حرم کے ایک کونے میں بیٹھ گیا۔انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مال واموال کے اعتبار سے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔میں میلاد اور عرس کے لیے لاکھوں روپے خرچ کرتا تھا۔لیکن اب آپ کے درس میں بیٹھنے سے مجھے معلوم ہوا کہ میرا دین صحیح دین نہیں ہے۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں آپ کی تقریروں سے مجھے یقین ہوگیا کہ پوری زندگی ہمارا عقیدہ صحیح نہ تھا اب میں حرم پاک میں توبہ کرکے جا رہا ہوں ۔ان شاء اللہ اب سے صحیح دین سیکھوں گا اور اسی پر عمل کروں گا۔

پھر میں نے دیکھا کہ حاجی صاحب زارو قطار رو رہے ہیں۔ زندگی بھر شاید ڈاڑھی مونڈتے تھے لیکن اب مکہ کے رہائش کے ایام میں انہوں نے داڑھی بھی بڑھالی تھی ۔داڑھی آنسوؤں سے بھیگ رہی تھی۔میں نے ان کو سمجھایا کہ اللہ رحیم وتواب ہے، ایک کافر بھی اگر توبہ کرکے صحیح دین پر عمل کرنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ماضی کے تمام گناہ معاف کردیتا ہے۔انہوں نے ہچکیاں لیتے ہوئے ایک اور بات کہی کہ میرے پاس امریکہ میں کئی کمپنیاں ہیں کئی گھروں کا مالک ہوں ،لیکن میری ایک لڑکی اور دولڑکے ہیں دونوں دین سے بیزار ہیں۔شادی بیاہ کرنے کو راضی نہیں۔میری اکلوتی لڑکی گھر میں کسی وقت بھی اپنے فرینڈ کو لاکر اس کے ساتھ اپنے وِنگ میں رات اور دن گزارتی ہے۔میں کچھ نہیں کہہ سکتا اور نہ کچھ کرسکتا ہوں۔ جب چاہتی ہے فرینڈز اس کو آکر گھر سے لے جاتے ہیں، ہمارے سامنے نکلتی ہے ،مجبور ہوں اگر کچھ بولوں تو پولیس ہمیں ہی مجرم گردانے گی۔میرے دونوں لڑکے بھی اسی طرح ہیں۔جب میں نے دیکھا کہ ان کا دل اس وقت بہت نرم ہے تو سوچا کہ حرم پاک کی

مبارک فضا میں ان پر کوئی بڑا اثر ڈالنا چاہیے۔ میں نے قصداً ان الفاظ میں حاجی صاحب کو مخاطب کرکے کہا کہ حاجی صاحب !ان حالات میں آپکے امریکہ میں رہنے اور کمانے کھانے کے لیے زندگی گزارنے پر لعنت ہے۔انہوں نے کہا تو میں کیا کروں ؟ میں نے کہا کہ آدمی جہاں اپنے دین پر قائم نہ رہ سکے وہاں سے ہجرت واجب ہوجاتی ہے۔! آپ کا اصل ملک پاکستان ہے، یا بنگلہ دیش! دونوں ملک اگرچہ اپنے کو اسلامی ملک کہتے ہیں لیکن نام کے اسلامی ملک ہیں البتہ مسلمانوں کا ملک ہے ۔آپ پاکستان یا بنگلہ دیش ہجرت کر جائیں وہاں آپ اپنے دین اور اپنے اہل وعیال کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ نیز اپنے مال کے ذریعہ مسلمانوں کے ملک کو ترقی دینے کی کوشش کر سکتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ اب تو حالت یہ ہے۔کہ میں اور میری بیوی صرف جاسکتے ہیں بچے نہیں جائیں گے ۔وہ تو آزاد ہیں۔ پھر انہوں نے پاکستان جانے کا عزم ظاہر کیا ۔مزید انہوں نے یہ بھی پوچھا کہ آپ جس مسلک کو حق کہتے ہیں یعنی اہلحدیث مسلک پاکستان میں اس کے فالو (Follow) کرنے والے کچھ لوگوں کا نام بتائیں! میں نے جامعہ سلفیہ وغیرہ کا ذکر کیا،مولانا ثناء اللہ اور مولانا ارشاد الحق وغیرہ کا نام لیا۔ انہوں نے کہا کہ میں انشاء اللہ اپنا جتنا مال پاکستان لے جاسکتا ہوں لے کر اسی مسلک کا اسکول کھولوں گا۔اوراب اسی مسلک پر عمل کروں گا۔ بعد میں انہوں نے کیا کیا معلوم نہ ہوسکا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب بڑی طاقتوں نے دین کا لباس اتار کر فحاشی ،بے حیائی و بداخلاقی کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔اور جیسا کہ میں نے ذکر کیا کہ اللہ رب العزت ایسے حالات میں قوموں میں انبیاء بھیجا کرتا تھا اور ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد اب کوئی نبی نہیں ہونے والا۔ اس وجہ سے اللہ نے قرآن وسنت کو محفوظ کرکے اس امانت کو دنیا تک پہنچانے کے لیے علماء امت کے سپرد کردیا ہے۔ علماء کو چاہیے کہ دین حق کی دعوت کے لیے نکلیں کچھ لوگ اپنے ملکوں میں داخلی اصلاح کے لیے رہیں کچھ لوگ کفر کے ملکوں میں نکل کر دعوت وتبلیغ کا فریضہ ادا کریں! کم از کم ان ملکوں میں جو مسلمان ہیں ان کو دین پر قائم رکھنے کی کوشش کریں! ورنہ عند اللہ مسئول ہونگے

کہ ان حالات میں تم لوگوں نے کیا کیا تھا؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ کچھ لوگ ان ملکوں میں مقیم رہ کر اپنی حد تک کام کر رہے ہیں۔لیکن مزید سعی وکوشش کی ضرورت ہے۔

خاص طور پر ان حالات میں بھی مزید کوشش کی ضرورت ہے جبکہ کچھ افراد اور کچھ جماعتیں دین کو غلط انداز سے لوگوں کے سامنے پیش کرنے میں پیش پیش ہیں۔

اصل دین خالص ہی انسانیت کے مسائل کا حل ہے ۔اللہ تعالیٰ اپنے دین حق کو قائم کرے تا کہ ظلم اور بداخلاقی سے کراہتی اور سسکتی انسانیت کو سکون ملے۔

امید کی کرن

دنیا کو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے وقت دنیا ہلاکت کے گڑھے کے قریب تھی ،اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خاتم الرسل بنا کر بھیجا اور اس نعمت کے ذریعہ سے گڑھے میں گرنے اور ہلاکت سے بچالیا۔تھوڑے ہی عرصہ میں مسلمانوں نے غلبہ حاصل کر کے اندلس اسپین تک اپنی حکومت قائم کی ،عدل وانصاف سے اپنے ماتحتوں کو امن وامان کے سایے میں پالا ،وہ کسی بھی مذہب کے ہوں، اسلام کے سائے میں امن وامان سے زندگی گزارتے رہے۔ ہر قسم کے علوم کی ریادت وقیادت مسلمانوں کے ہاتھ میں رہی :

﴿هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدَى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَكَفَى بِاللّٰهِ شَهِيْداً﴾ (محمد : ۲۸)

’’وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے۔‘‘

کا وعدہ پورا ہوا۔دین اسلام غالب رہا لیکن اسلام نے اپنے غلبہ کے ایام میں کسی پر ظلم وزیادتی نہ کی۔ایک یہودی کے ساتھ معزز اسلامی شخصیت کو قاضی اور جج کے سامنے برابر کھڑا کیا اور یہودی کا حق دلایا۔ایسے بہت سے واقعات ہیں جو تاریخ اسلام کی عظمت پر دلالت کرتے ہیں۔

مسلمانوں کو جو عزت وتمکین ملی وہ اللہ رب العزت کے دین پر عمل کرنے اور اس کی دعوت دینے اور نفس ونفیس کو خرچ کر کے اس دین کی آبیاری کرنے سے ملی تھی۔

مسلمانوں نے آپس کا اتفاق واتحاد چھوڑ کر مختلف ٹولیوں میں بٹ کر اپنی طاقت کو ضائع کردیا ہے ۔لیکن بہرحال وہ اللہ کے بندے ہیں اللہ رحیم وکریم ہے اس وقت دنیا کی جو

حالت ہوچکی ہے اس کی بہ نسبت مسلمان بہر حال سب سے افضل ہیں خصوصاً ایک طائفہ مبارکہ کا وجود ہمیشہ رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا! اس طائفہ کے اعمال کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ مسلمانوں کی اصلاح فرمائے گا۔ اللہ کا وعدہ ہے:

﴿وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (آل عمران : ۱۳۹)

''اگر تم ایماندار ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔''

سچ ہے! خلفاء راشدین کے زمانے میں یہ وعدہ سچ ہوا:

﴿وَ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ (آل عمران : ۱٤۰)

''ہم دنوں کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔''

کہ فتح و شکست اللہ کی سنت ہے کبھی فتح کسی کے ساتھ کبھی کسی کے ساتھ رہے گی! لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے حق میں مقدر کر رکھا ہے کہ ایمان کی شرط کے ساتھ ہی انہیں عُلو اور تمکین ملے گا۔

مسلمانوں کی بساط یورپ سے اٹھ چکی تھی لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے عثمانی حکومت کے ذریعہ پھر ان کو فتح دی تھی۔ تاتاریوں نے اسلامی حکومت کو تار تار کر دیا تھا اللہ نے مسلمانوں کو ان پر فتح دی، نصاریٰ نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا تھا تقریباً ایک صدی تک ان کا غلبہ رہا ، پھر اللہ نے مسلمانوں کو صلاح الدین ایوبی کی قیادت میں غلبہ دیا۔ عثمانی حکومت کو اللہ نے فروغ دیا اور وہ صدیوں یورپ کے بڑے حصے پر غالب رہے پھر اس کا زوال ہوا۔

اب اس وقت یہود و نصاریٰ کو غلبہ ملا ہے لیکن ایک چیز یاد رہے کہ مسلمانوں اور اسلام دشمنوں کی مثال یہی رہی ؏

ہم نے جب ہوش سنبھالا تو سنبھالا تم کو
تم نے جب ہوش سنبھالا تو سنبھلنے نہ دیا

اب حالت یہ ہے کہ کفر کے تمام ملل ایک ساتھ ہو کر اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی پر تلے ہوئے ہیں لیکن اس کے باوجود اسلام خود انہیں کے ملکوں میں زیادہ سے زیادہ پھیل رہا

ہے۔ اعداد وشمار سے پتہ چلتا ہے کہ بلاد کفر میں مسلمانوں کی تعداد بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ ابھی ماضی قریب میں امریکہ اور برطانیہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی لیکن اس وقت مسلمانوں کی تعداد دسیوں ملین تک صرف امریکہ میں پہنچ چکی ہے۔

موثوق ذرائع کا کہنا ہے کہ صرف امریکہ میں ۱۱ ستمبر کے حادثے کے بعد اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں چار گنا اضافہ ہوگیا ہے۔ اسی طرح برطانیہ، فرانس اور جرمنی میں مسلمانوں کی تعداد بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔

اس کے علاوہ بفضل ربی مسلمانوں میں خود دین کے تمسک کا جذبہ بہت تیزی سے پھیل رہا ہے۔ خصوصاً نوجوانوں میں خالص دین اسلام کو جاننے کی بہت تڑپ ہے۔ سعودیہ عربیہ کے سایے میں حج، عمرہ اور رمضان کے موقع پر مسلمانوں کی بڑھتی تعداد کو دیکھ کر اسلام کے روشن مستقبل کی خوشخبری ملتی ہے۔ اللہ رب العالمین کا ایک نظام ہے:

((حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَّا يَرْتَفِعَ شَيْئٌ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهُ)) [1]

''اللہ کا فیصلہ ہے کہ کوئی بھی چیز بلندی پر پہنچنے کے بعد نیچے آئے گی (اللہ کی سنت بدلتی نہیں)۔''

اس الٰہی قانون کے تحت ہماری آنکھوں کے سامنے سوویت یونین جس نے پندرہ مسلمان حکومتوں کو ہڑپ کر کے یونٹ بنایا تھا اور ان مظلوم مسلمانوں پر لوہے اور آگ برسا کر حکومت کرتی تھی اب وہ بکھر کر رہ گئی۔ اور پھر ان شاء اللہ مستقبل قریب میں دنیا کی باگ ڈور اسلام کے ہاتھ میں آنے والی ہے۔

حالات پر نظر رکھنے والے غیر مسلم مبصرین نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ اس کی تعبیر ان شاء اللہ پوری ہونے کے قریب ہے۔

برطانیہ کے ایک ماہر اقتصادیات کا کہنا کہ سرمایہ دارانہ نظام واضح طور پر ناکام ثابت ہو چکا ہے۔ کمیونزم نظام بھی فیل ہو کر رہ گیا ہے۔ اب انسانیت کو چاہیے کہ کوئی نیا نظام تلاش

[1] صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، حدیث نمبر: ۲۸۷۲.

کرے۔ مزید کہتا ہے کہ مسلمان ہی وہ نئی طاقت ہیں جن کے اندر مستقبل کے نظام کی خوشخبری ملتی ہے۔ ❶

امریکی کانگریس کے ممبر جان مرواں کا کہنا ہے۔کہ میرا عقیدہ ہے کہ اکیسویں صدی اسلام اور اسلامی تہذیب کی صدی ہوگی ۔اس کے ذریعہ پوری دنیا میں امن وسلامتی اور رفاہیت وخوشحالی پھیلے گی۔ ❷

کفر کی طاقتوں کو یہ خوف کھائے جا رہا ہے کہ اسلام آ پہنچا! اسلام بجنگ آمد کے تصور سے ان کے پتے پانی ہو رہے ہیں۔ یہ حقیقت اور ہمارے نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے کہ:

((نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ)) ❸

''مہینے کی مسافت کی دوری پر رہ کر بھی دشمن رعب کھائے گا اور ہماری مدد ہوگی!''

لیکن انہیں یقین کر لینا چاہیے کہ خوف نہ کریں! اسلام اور مسلمان اس رسول رحمت ﷺ کے تابعدار ہیں جنہوں نے طاقت ہوتے ہوئے قابو پا کر بھی جانی دشمنوں کو معاف کر دیا تھا۔

اسلام جنگ کے میدان میں جب کبھی اترا تو صلح وامن پھیلانے کے لیے ،اسلام نے تاریخ میں جب بھی تلوار اٹھائی ۔تو مفسدین کے ہاتھوں سے تلوار اور ہتھیار چھیننے کیلئے،اور تمام عالم میں امن وشانتی پھیلانے کے لیے نہ کہ دنیا کی خاطر اور نہ خونخواری وخونریزی کی خاطر ہرگز نہیں! ان کے رب کا حکم ہے:

﴿فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا﴾ (محمد: ٤)

''جب کفار سے مقابلہ ہو تو انہیں قتل کرو! پھر قابو پا کر ان کو قید کرو !بعد میں

---

❶ الاسلام المعجزه المتجدده فی عصرنا ، ص: ٣٤٠.

❷ الاسلام المعجزه المتجدده فی عصرنا ، ص: ٢٢٧.

❸ صحيح بخاری، كتاب الصلاة، حديث نمبر: ٤٣٨.

احسان کر کے چھوڑ دو یا فدیہ لے کر چھوڑ و! یہاںتک کہ جنگ ہتھیار رکھ دے۔''

اس لیے دنیا کو جان لینا چاہیے کہ اسلام نے پہلے بھی دنیا کو امن کا گہوارہ بنایا اور آئندہ بھی ان شاء اللہ بنائے گا۔اس لیے خوشی خوشی اس کا استقبال کرے تاکہ ہر ایک اس زمین پر امن وسکون سے جی سکے۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله عليه وعلى اله وصحبه ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين

وصی اللّٰہ محمد عباس

وادی بشم۔ مكة المكرمة

٢٤ رمضان ١٤٣١ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السيرة الذاتية

أ: الاسم: وصي الله بن محمد عباس بن أحمد عباس .
تاريخ الميلاد: ١/ ٥/ ١٣٧٦هـ .

ب: الشهادات والمؤهلات العلمية:

❀ الثانوية في ١٣٨٧-١٣٨٨هـ .
❀ الليسانس في ١٣٩١ـ ١٣٩٢هـ كلتاهما من الجامعة الإسلامية .
❀ الماجستير في ١٩/ ٦/ ١٣٩٧هـ من جامعة الملك عبد العزيز ، كلية الشريعة والدراسات الإسلامية بمكة المكرمة .
❀ الدكتوراه في ٢٩/ ٧/ ١٤٠١هـ من جامعة أم القرى بمكة المكرمة .

ج: التخصص: الكتاب والسنة وعلومهما .

د: مكان العمل: جامعة أم القرى بمكة المكرمة .

هـ: التدرج الوظيفي:

❀ عملت مدرسًا بمعهد الحرم المكي على بند المكافآت من ١/ ٢/ ١٣٩٩هـ حتى ٤/ ٦/ ١٤٠٢هـ .
❀ ثم بوظيفة مدرس من ٤/ ٦/ ١٤٠٢هـ حتى ١٥/ ١/ ١٤٠٩هـ
❀ ثم بوظيفة "أستاذ مساعد" بجامعة أم القرى من ١٦/ ١/ ١٤٠٩هـ .
❀ حصلت على الترقية العلمية "أستاذ مشارك" في ١/ ٩/ ١٤١٣هـ من جامعة أم القرى .
❀ رُقّيتُ وظيفيًا من درجة "أستاذ مساعد" إلى درجة "أستاذ مشارك"

ذات الرقم ٦٨ في ٢٢/ ٥/ ١٤١٩هـ.

و: النشاطات العلمية غير التدريسية:

❀ عملت عضواً للمجلس العلمي بجامعة أم القرى، لمدة سنتين.

❀ عملت عضواً في لجنة النظر في المناهج في الليسانس في قسم الكتاب والسنة.

❀ عملت عضواً في لجنة وضع المنهج الجديد للدكتوراه في قسم الكتاب والسنة.

❀ عملت عضواً في هيئة تحرير مجلة جامعة أم القرى لعلوم الشريعة واللغة العربية وآدابها.

ز: أما خارج الجامعة: فقد شاركت في عدة مؤتمرات في الهند وبريطانيا والأردن.

❀ شاركت في دورات علمية عديدة في مكة وجيزان وحائل والهند وبرياطنيا.

❀ أقوم بإلقاء المحاضرات المختلفة في داخل المملكة وخارجها، أمريكا وبريطانيا بوسائل الاتصال، وفي الجاليات بمكة وجدة والشعيبة وغيرها.

❀ شاركت في ندوة السنة والسيرة بجمع الملك فهد بالمدينة المنورة.

❀ عملت مستشاراً غير متفرغ لمعالي الرئيس العام لشئون المسجد الحرام والمسجد النبوي الشيخ محمد بن عبد الله السبيل -حفظه الله- لأكثر من سنتين.

❀ عملت عضواً في لجنة أعلام الحرم المكي، برئاسة معالي الرئيس العام لشئون المسجد الحرام والمسجد النبوي الشيخ محمد بن عبد الله السبيل وعضوية سماحة الشيخ عبد الله بن

منيع - حفظهما الله- وسماحة الشيخ عبد البسام رحمه الله، مع بعض أهل الخبرة الآخرين التي شكلت بناءً على الأمر السامي وقد قمت مع اللجنة بدراسة مواقع أعلام الحرم تاريخيًا وعلميًا ثم ميدانيًا بالبحث والتنقيب عن آثار الأعلام في الجبال المحيطة بمكة بعد البحث في الكتب والمراجع، وقد نفذ بعضها تجديداً، وينفذ الباقي قريبًا إن شاء الله تعالى.

❀ أدرس في المسجد الحرام بقرار من معالي الرئيس الام لشئون المسجد الحرام والمسجد النبوي، المبني على موافقة المقام السامي الكريم منذ ١٤١٩هـ.

❀ طلب مني تقرير عن بعض معاني القرآن المترجمة باللغة الأردية من جهة مجمع الملك فهد، فقمت بالتصحيح والتقرير فيه.

❀ قمت بالتصحيح والنظر في ترجمة معاني القرآن الكريم للشيخ محمد الجوناكدي وتفسير الشيخ صلاح الدين يوسف، بطلب من مجمع الملك فهد، وهو الذي يطبع وينشر من المجمع منذ سنين.

❀ وأنا عضو في مجلس بعض الجامعات في الهند، والإشراف على بعض المدارس خاصة في الهند.

ح: التأليفات والأبحاث:

١: الضعفاء والمتروكون والمجهولون في سنن النسائي، لم يطبع.

٢: فضائل الصحابة للإمام أحمد، (تحقيق)، مطبوع عدة مرات.

٣: العلل ومعرفة الرجال للإمام أحمد رواية عبد الله ابن الإمام أحمد (تحقيق)، مطبوع في أربع مجلدات.

٤: كتاب بحر الدم فيمن تكلم فيه الإمام أحمد بمدح أو ذم (تحقيق)، مطبوع.

٥: كتـاب الـعلل ومعرفة الرجال عن الإمام أحمد، رواية صالح ابن الإمام أحمد (تحقيق)، مطبوع.

٦: تـحـقيـق جـزء مـن كتاب "إتحاف المهرة" مطبوع من مركز السنة والسيرة بالمدينة.

٧: تحقيق جزء من كتاب "لسان الميزان" لابن حجر وهو تحت الطبع من مركز السنة والسيرة بالمدينة.

٨: المسجد الحرام تاريخه، وأحكامه (تأليف)، مطبوع.

٩: علل الحديث ودوره في حفظ السنة (تأليف)، مطبوع.

١٠: تحقيق الكلام في وجوب القراءة خلف الإمام، مطبوع.

١١: خلق المسلم في ضوء الكتاب والسنة، لم يطبع.

١٢: فقه أهل الحديث خصائصه ومميزاته، لم يطبع.

١٣: التعريف بكتب تراجم الرواة، لم يطبع.

١٤: بعض البحوث العامة.

العنوان الحالى:

مكة المكرمة، شارع الحج، وادي بشم.

رقم الهاتف الجوال: ٠٥٥٥٥٢٦٨٨٦.

رقم صندوق البريد: ٥٣٩١.

الرمز البريدى:

البريد الإلكتروني: Dr.wasiullah@hotmail.com